الکلام المرفوع

فیما یتعلق بالحدیث الموضوع

مصنف

ابوالبرکات محمد انوار اللہ حیدرآبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد احقر العباد ابوالبرکات محمد انوار اللہ بن مولوی حضرت حافظ ابو محمد شجاع الدین صاحب حیدر آبادی دکنی عفی اللہ عنہما عرض کرتا ہے کہ بفضل تعالیٰ ان دنوں مدینہ طیبہ کی حضوری کا اتفاق ہوا ایام اقامت میں خیال آیا کہ فضائل نبی کریم وحبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بقدر وسع جمع کئے جائیں اور ضمن میں اوس کے بحسب مناسب مقام وہ مباحث لکھے جائیں جس کی آجکل ضرورت ہے چنانچہ قریب تیس ۳۰ جز کے لکھے گئے اور ہنوز ایک حصہ کتاب کا بھی پورا نہ ہوا تھا کہ اس بلد طیبہ کی مفارقت پر مجبور کیا گیا جب مکہ معظمہ پہنچا برکت حاصل کرنیکے لئے اپنے مخدوم و مطاع ہادی مراحل تحقیق وکاشف رموز تدقیق جامع شریعت وطریقت منبع حقیقت ومعرفت مہبط انوار معارف لدنیہ کاشف اسرار علوم دینیہ رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین مولانا ومرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ

ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المسترشدین کو تکلیف اون اجزا کے سماعت کی دی
حضرت ممدوح نے بعد سماعت کے ارشاد فرمایا۔ مناسب ہے کہ کتاب
طبع ہونیکے پہلے وہ بحث جو متعلق حدیث ہے طبع کیجائے جس سے عام
فائدہ حاصل ہو اس لئے امتثالاً للامر وہ بحث نقل کر کے خدمت والا میں
گذرانا اور نام اوس کا **الکلام المرفوع فی ما یتعلق بالحدیث الموضوع**
رکھا حق تعالیٰ حضرت ممدوح کی توجہ کی برکت سے برادرانِ دینی کو اس
کتاب سے نفع پہونچاوے اٰمین۔

تیسری[1] بحث یہ ہے کہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بعض حدیثوں کی نسبت
جو کہا ہے کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے اون سے نمایاں ہیں سو اسمیں
تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں۔ اس مقام میں مسئلہ وضع سے
متعلق ایک بحث کیجاتی ہے جس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ محدثین
جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں ایا واقع میں کسی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے
یا صرف ظن ہوا کرتا ہے محدثین نے لکھا ہے کہ موضوعیت حدیث کی
کئی طور سے معلوم ہوا کرتی ہے کبھی راوی میں کوئی قرینہ ہوتا ہے کبھی
نفسِ حدیث میں اور کبھی خارج میں چنانچہ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی
تقریب میں لکھا ہے ویعرف الوضع باقرار واضعہ او معنی اقرارہ

[1] سے دو مباحث متعلق فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علٰحدہ لکھی گئیں اور بمناسبت مقام تنہا تیسری بحث درج رسالۂ ہذا کی گئی ۱۲

او قرینة فی الراوی او المروی فقد وضعت احادیث یشهد بوضعها
رکة لفظها ومعانیها یعنے پہچانا جاتا ہے موضوع ہونا حدیث کا واضع کے
اقرار سے یا ایسی بات سے جو معناً اقرار ہو۔ یا اس قرینہ سے جو راوی میں ہو
یا مروی میں کیونکہ بہت سی حدیثیں ایسی بنائی گئی ہیں کہ اوس کے موضوع
ہونے پر رکاکت اس کے لفظ اور معنی کی گواہی دیدیتی ہے انتہا۔ جب
قرائن سے وضاع کذاب ہونا کسی راوی کا ثابت ہو جاوے تو ہمیشہ کے
واسطے وہ شخص ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے اور سب روایتیں اوس کی
غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں چونکہ رجوع اس بحث کا طرف جرح و تعدیل کے ہے
اس لئے کسی قدر اوس کا حال لکھنا مناسب سمجھا گیا۔ حقیقت میں یہ بحث
بہت وسیع اور طویل الذیل ہے جسمیں بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں
اجمال اوس کا یہ ہے کہ مدار جرح و تعدیل کا محدثین کے اجتہاد پر ہے۔
اسی وجہ سے ایک ہی راوی پر کسی نے جرح کی اور کسی نے تعدیل۔
اور ایک ہی صفت کسی کے نزدیک قابل جرح ہے اور کسی کے نزدیک
نہیں اکابر محدثین رحمہم اللہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق قواعد جرح
و تعدیل کے ایجاد کئے اور جزئیات کو یعنے ہر ہر شخص کے جرح و تعدیل کو
اوس پر متفرع کیا پھر عامہ محدثین نے اون کی تقلید کی اور اپنے اپنے
معتمد علیہ کے قاعدوں اور جرح اور تعدیل کو بہ حسن ظن مان لیا۔ چنانچہ

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو نکت میں لکھا ہے اوس سے بھی مستفاد ہے
وسبب الاختلاف فی ذٰلک انما ھو من جھۃ ان کل من رجح
اسناداً کانت اوصاف رجال ذٰلک الاسناد عندہ اقوی من
غیرہ بحسب اطلاعہ فاختلف اقی الھمر الاختلاف اجتہادھم
پس مثال اوس کی بعینہ ایسی ہوئی جیسے فقہاے مجتہدین علیہم الرحمۃ نے
اجتہاد سے قواعد مقرر کئے اور جزئیات مسائل کو اوس پر متفرع کیا مگر فرق
اتنا ہے کہ اکثر دلائل و شواہد فقہا کے کتاب و سنت و اجماع ہیں اور اکثر دلائل
و شواہد محدثین کے تجربے ہیں مثلاً فقہا نے قاعدہ ایجاد کیا ہے الامر
للوجوب تو دلیل اوس پر آیت پیش کرینگے یا حدیث و اجماع۔ اور محدثین نے
جو قاعدہ ایجاد کیا ہے کہ رافضی کی روایت مقبول نہیں تو دلیل اوسکی
تجربہ ہوگی اور محدثین کی نظر اسناد سے متعلق ہے جو راویوں کے سلسلہ کا
نام ہے اس لئے محدثین جب کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو
مطلب اوسکا یہی ہوتا ہے کہ راوی اوس کے ضابط و عادل ہیں یا نہیں
اور فقہا کی نظر حدیث اور قرآن سے متعلق ہے اور محدثین کا مطلب اصلی
یہ ہے کہ حتی الامکان الفاظ حدیث محفوظ رہیں اور مقصود فقہا کا یہ کہ مراد
شارع کی معلوم ہو جائے کما فی المیزان وجہ اوس کی یہ ہے کہ زمانہ
صحابہ کے بعد دو قسم کی ضرورتیں پیش ہوئیں ایک حفاظت الفاظ دوسرے

فہم معنی اور رفع تعارض جو ظاہر احادیث وآیات میں معلوم ہوتا ہے جو علما
کرام اول کے متکفل ہوئے وہ محدثین ہیں اور امر ثانی کے متکفل فقہا۔ پہلی
ضرورت کی وجہ یہ تھی کہ بے دین لوگوں نے حدیثیں بنانا شروع کر دیا تھا
اس لئے علماء رحمہم اللہ نے اس خرابی کے اوٹھانے کی فکر کی۔ چنانچہ
امام مسلم نے صحیح کے باب الاسناد من الدین میں قول ابن سیرین رحمۃ اللہ
کا نقل کیا ہے کہ پہلے اسناد کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ پھر جب فتنہ واقع ہوا
تو علما نے حدیث بیان کرنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ پہلے اپنے
رجال کو بیان کرو کہ تم نے کس سے لیا ہے اور تمہارے شیخ نے کس سے
پھر اسناد کو دیکھتے پس اگر ہوتا اوس میں کوئی اہل بدعت سے یعنے غیر اہل
سنت وجماعت تو چھوڑ دیتے اوس حدیث کو انتہیٰ اور ابن جوزی رحمۃ اللہ
نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے کہ کہا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے
کہ یہ لوگ جو روایت تم سے بیان کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ سب کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے سنا ہے بلکہ بہت سی روایتیں ایسی ہیں کہ اپنے
اصحاب یعنے صحابہ سے ہم نے سنا ہے پھر آنھیں سے روایت کرنے لگیں یہانتک کہ
بحثیں واقع ہوئیں پس احتیاج ہوئی طرف اوس کے کہ عدالت راوی کی
دریافت کی جائے کما قال البراء بن عازب رضی اللہ عنہ لیس کلما
نحدثکم سمعناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن حدثناہ

من اصحابنا ثم لم یزل الآفات تدب حتی وقعت التهم فاحتیج الی اعتبار العدالۃ۔ مقصود یہ کہ صحابہ کی کل روایتیں مقبول ہیں گو اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اون کو نہ سنا ہو لیکن زمانہ تابعین ہیں چونکہ ہزارہا حدیثیں بننے لگیں اس لئے دریافت عدالت کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ قال الحکم سمعت حماد بن زید یقول وضعت الزنادقۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عشر الف حدیث الحاصل محدثین حفاظت الفاظ کی طرف متوجہ ہوئے اور فقہا تدبر معنی کے طرف اور مقصود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی قسم کا اوس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے جو مشکوٰۃ میں ہے۔ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظها و وعاها و اداها فرب حامل فقہ غیر فقیہ و رب حامل من ھو افقہ منہ رواہ الشافعی والبیہقی واحمد والترمذی و ابوداود والدارمی۔ ترجمہ روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہا اونھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تر و تازہ و خوش رکھے اللہ تعالیٰ اوس بندہ کو جس نے سنی میری بات پس خوب یاد رکھا اوس کو اور پہنچا دیا یعنے دوسرے کو کیونکہ بہت فقہا سے وہ شخص جو اون سے حدیث لی فقیہ اور سمجھدار زیادہ ہیں۔ روایت کیا اوس کو

امام شافعی اور بیہقی اور امام احمد حنبل اور ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی نے انتہیٰ یعنے ہر راوی کو فقیہ ہونا ضرور نہیں صرف حفاظت حدیث اوسکا کام ہے۔ یہ اشارہ ہے طرف محدثین کے پھر پہونچانا اوس کا دوسرے کو کہ غالباً اوس میں فقیہ اور سمجھدار لوگ بھی ہونگے اشارہ ہے طرف فقہا کے اوس سے معلوم ہوا کہ فقہا محدثین بھی ہیں اور معنی حدیث کے خوب جانتے ہیں چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع کے باب ما جاء فی غسل المیت میں فرماتے ہیں وکذلک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث یعنے فقہا حدیث کے معنی محدثین سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہرچند محدثین معنی سے بھی بحث کرتے ہیں مگر وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ ایسی بحث ہے کہ جیسے فقہا بھی کبھی رجال سے بحث کر لیتے ہیں۔ الحاصل کام ہر ایک کا علیحدہ ہے اور اسی کی تصریح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں قول اونکا نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کیا تو چاہتا ہے کہ فقہ اور حدیث دونوں حاصل کرلے یہ کہاں ہوسکتا ہے انتہیٰ یعنے ہر شخص میں صلاحیت نہیں کہ دونوں میں کمال حاصل کرے اسی تقریر سے محدثین اور فقہا کے اجتہادوں کا فرق معلوم ہوا کلام اسمیں تھا کہ محدثین نے جو قواعد جرح و تعدیل کے مقرر کئے ہیں مدار اونکا تجربہ اور وجدان پر ہے اسی وجہ سے اہل بدعت سے روایت لینے میں اختلاف ہے چنانچہ ابن

سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے
ابھی معلوم ہوا کہ زمانۂ تابعین میں اہلِ ہوا سے کسی فرقہ کی روایت نہیں
لیجاتی تھی اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب معلوم ہوتا ہے کہ کل اہل بدعت
سے روایت درست ہے چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے کہ پوچھا
سلیمان بن موسیٰ نے طاؤس سے کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس قسم کی روایت
کی ہے مقصود یہ کہ اوس سے روایت لوں یا نہ لوں کہا اونھوں نے ان کان
صاحبك ملیا فخذ عنه یعنے جس سے تم روایت لیتے ہو اگر وہ غنی ہے تو
لے لو اوس سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس سرمایۂ حدیث کا
زیادہ ہو اوس سے روایت لینا ہو سکتا ہے مذہب کی کچھ قید نہیں یزید
بن ہارون کا مذہب یہ ہے کہ سوائے روافض کے کل اہل بدعت سے روایت
جائز ہے چنانچہ میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے ترجمہ ابراہیم ابن الحکم
میں نقل کیا ہے قال بن اهاب سمعت یزید بن هارون یقول تکتب
عن کل صاحب بدعة اذا لم یکن داعیة الا الرافضة فانهم
یکذبون یعنے موملی ابن اہاب کہتے ہیں کہ سنا میں نے یزید بن ہارون سے
کہ کہتے تھے ہر بدعت والے سے حدیث کی روایت درست ہے اگر اپنے
مذہب کی تائید میں لایا ہو سوائے روافض کے کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں انتہی
اور روافض سے روایت نہ لینے پر اکثر محدثین مثل امام شافعی و شریک

ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ کا اتفاق ہے چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
نے بضمن ترجمۂ ابراہیم مذکور میزان میں لکھا ہے قال اشہب سئل
مالک رحمۃ اللہ علیہ عن الرافضۃ فقال لا تکلمہم ولا ترو
عنہم فانہم یکذبون وقال حرملۃ سمعت الشافعی رحمہ اللہ
علیہ یقول لم ار اشہد بالزور من الرافضۃ وقال محمد بن
سعید الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ سمعت شریکا یقول
احمل العلم عن کل من لقیت الا الرافضۃ فانہم
یضعون الحدیث ویتخذونہ دینا یعنی اشہب کہتے ہیں
کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ روافض سے حدیث
لینے کا کیا حال ہے کہا کہ اون سے نہ بات کرو اور نہ روایت لو۔
کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں اور کہا حرملہ نے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
سے میں نے سنا ہے کہ رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا میں نے
نہیں دیکھا اور کہا محمد بن سعید اصبہانی نے کہ سنا میں نے شریک سے
کہ کہتے تھے علم جس سے ملے حدیث لے لو سوائے رافضیوں کے کہ وہ حدیث
بنالیتے ہیں اور پھر اوس کو دین ٹھیرا لیتے ہیں انتہی۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ
علیہ نے صحیح میں روایت کیا کہ عبداللہ بن مبارک علی رؤس الاشہاد
کہتے تھے کہ چھوڑ دو حدیث کو عمرو ابن ثابت کی کہ وہ سلف کو گالیاں

[illegible]

... خطیب کا قول نقل کیا ہے جس میں ...

لان ذکرهم یقوی حالهم و یوجب العمل بخبرهم وقرنه المرجان بضعف خبرهم قال الخطیب وهذا خطأ

و یتعذر ممن توهمه لان المعدلین وان کثروا لم یخبروا عن
عدم ما اخبر به الجارحون ولو اخبروا بذلک فکانت
شهادة باطلة علی نفی یعنے جو لوگ کہتے ہیں کہ معدلین اگر زیادہ ہوں
اور جرح کرنے والے کم تو معدلین کا قول معتبر ہوگا سو یہ اونکی خطا ہے
اس لئے کہ جو علت جرح کرنے والوں نے قائم کی ہے معدلین نے اوسکے
عدم کی خبر نہیں دی اور اگر دی بھی تو وہ گواہی نفی کی ہوگی اور یہ نفی
کی گواہی باطل ہے انتہی۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ
قدمائے محدثین نے اگر کسی پر جرح کی ہو اور اوسی شخص کی تعدیل متاخرین
سے کسی نے کی تو یہ تعدیل تقلیداً ہوگی نہ تحقیقاً۔ اس لئے کہ اگر معدلین کو
درجہ شہود میں قائم کریں تو بھی یہ شہادت نفی کی ہوگی جو باطل ہے خصوصاً
مقابلہ میں شہادت اثبات کے جو عدول نے دی ہے۔ مثلاً عکرمہ کو ابن
سیرین اور یحییٰ بن معین وغیرہ اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب کہا ہے
اور ایوب نے کہا کہ وہ کذاب نہ تھے۔ باوجود اسکے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
اون کے اور دوسرے بعض اساتذہ کے قول پر اون کی روایات
کو صحیح میں داخل کیا تو یہ تعدیل تقلیداً ہے کیونکہ تقلید کے معنی یہی ہیں
کہ کسی معتبر شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینا اور یہ تقلید ایسے امر میں
ہوئی جو جائز نہیں ہے کیونکہ اسمیں یہ گواہی نفی شہادت اثبات کی تردید

ہوئی جو باطل ہے۔ الحاصل اس سے معلوم ہوا کہ جرح اور تعدیل کی بنا اجتہاد پر ہے اوس سے واقع کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے بعض حدیث کو بعض حسان کے قریب کر دیتے ہیں۔ اور بعض موضوعات کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن جوزی نے موضوعات کے ترجمہ میں لکھا الخامس شدید الضعیف الکثیر النزول فهذا تتفاوت مراتبه عند الحسان فبعضهم يدنيه من الحسان ويزعم انه ليس بقوي النزول وبعضهم يرى شدته تنزله وتلحقه بالموضوعات اگر کسی حدیث کے اسناد میں کوئی راوی ایسا ہو جسکو محدثین نے وضاع اور کذاب کہا ہے تو بھی اس حدیث کو قطعاً موضوع نہیں کہہ سکتے بلکہ اگر کوئی راوی خود خبر دے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے اوسکو بھی قطعاً موضوع نہیں کہتے۔ چنانچہ نخبہ میں ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ امام نسائی کے شرائط۔ امام بخاری اور مسلم سے بھی سخت ہیں کما قال وحكى ابو الفضل ابن طاهر قال سألت سعد بن علي الزنجاني عن رجل فوثقه فقلت له ان النسائي لم يحتج به فقال يا بني ان لابي عبد الرحمن شرطا في الرجال اشد من شرط البخاري ومسلم باوجود اسکے اونکا قول ہے کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے متروک ہونے پر نہ ہو جائے وہ متروک نہیں ہو سکتا اور جس

روی عنہ بعض الثقاۃ یعنے جس شخص سے بعض ثقاۃ نے روایت
کی ہو تو وہ شخص ترک کرنے کے قابل نہو گا - امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے
قول سے انھی معلوم ہوا کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے
متروک ہونے پر نہو جاوے تو وہ متروک نہیں ہوتا - الحاصل راوی کے
ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اوس کے مرویات قطعاً موضوع
نہیں ہوتے - اب اون قرائن کو دیکھنا چاہیے جو نفس حدیث میں ہیں
منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ الفاظ حدیث میں رکاکت ہو جو شان افصح
نبوی علی صاحبہا الف الف صلوۃ و تسلیم سے بعید ہے - اور یہ قرینہ بھی
قطعی نہیں اس لئے کہ روایت بالمعنی اکثر محدثین کے پاس درست ہے
تو جائز ہے کہ وہ روایت بالمعنی ہو یعنے مضمون اوسکا صحیح اور الفاظ
حدیث شریف کے نہوں - چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
نے قول شیخ الاسلام کا نقل کیا ہے اما رکۃ اللفظ فلا تدل علی
ذلک لاحتمال ان یکون رواہ بالمعنی فغیر الفاظہ بغیر فصیح
دوسرا قرینہ یہ ہے کہ معنی میں رکاکت ہو اسکے کئی صورتیں ہیں ایک یہ
مخالف عقل کے ہو یہ بھی کلیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جس عقل کی مدح میں حدیث
ھی ام المرء عقلہ وافلح من رزق لبا وارد ہے وہ خود کیمیا ہے جناب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما خلق اللہ شیئا فی الارض اقل

راوی کے ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اوس کے مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوتے

العقل وان العقل فی الارض اقل وفی روایة اعز من الکبریت
الاحمر الرویانی وابن عساکر عن معاذ بن جبل رحمة اللہ علیہ
کذا فی الجامع الصغیر یعنے روایت ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں پیدا کیا اللہ تعالےٰ
نے کوئی شئے زمین پر جو عقل سے زیادہ نادر الوجود ہو البتہ عقل روئے زمین
پر کبریت احمر سے بھی زیادہ نادر الوجود ہے۔ اگر ایسی عقل سلیم نصیب ہو تو
اوس احادیث کو جو بظاہر خلاف عقل ہیں مگر اعتقاد سے مان لیگیں مثل
احادیث معراج وحشر وصراط وغیرہ کے اعتقاد امان سکتے ہیں جبتک کہ
خلاف عقیدہ اہل سنت وجماعت نہ ہو۔ اور اگر بظاہر خلاف عقیدہ
بھی ہے مگر تاویل صحیح قبول کر سکتی ہے تو جب بھی قطعاً موضوع نہ ہوگی۔
کیونکہ اکثر احادیث میں تاویل ہوا کرتی ہے تو جائز ہے کہ یہ بھی اس قسم
کی ہو چنانچہ خطیب کی تصریح سے یہ بات ابھی ظاہر ہو جائے گی۔
دوسری صورت یہ ہے کہ خلاف نصوص قطعیہ یا حدیث متواترہ یا اجماع وغیرہ
کے ہو تو یہ بھی نفس الامر میں موضوع اوسوقت سمجھی جائے گی جبکہ تاویل
قبول نہ کرے۔ اور ظاہر ہے کہ باب تاویل وسیع ہے۔ تدریب الراوی
میں لکھا ہے وکما یدخل فی قرینة حال المروی ما نقل
عن الخطیب عن ابی بکر ابن الطیب ان من جملة دلائل

الوضع ان یکون مخالفاً للعقل بحیث لا یقبل التاویل ویلحقه
مایدفعه الحس والمشاہدۃ او یکون منافیا لدلالۃ الکتاب
القطعیۃ او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی اما المعارضۃ
مع امکان الجمع فلا یعنے جو قرینے مروی میں ہوتے ہیں او نمیں سے چند
وہ ہیں جو خطیب سے نقل کئے گئے ہیں انہوں نے نقل کیا ہے ابوبکر بن
طیب سے کہ منجملہ دلائل وضع کے ایک یہ ہے کہ حدیث مخالف عقل ہو
اس طور پر کہ تاویل قبول نہ کرسکے اور اسکے ساتھ یہ قرینہ بھی لاحق ہے
کہ دفع کرے اوس حدیث کو حس اور مشاہدہ یا منافی دلالت قطعی کتاب
یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے ہو لیکن جب کسی طور سے اون دونوں میں
توفیق ہوسکے اور منافاۃ اوٹھ جاوے تو وہ بھی قرینہ وضع کا نہ ہوگا انتہی
قال ابن حجر فی النکت ولوفتح الناس ھذا الباب (ای الحکم
بالوضع لتعارض) لرد الاحادیث ویقبل کثیر من احادیث
الصحیحین البطلان امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل النجاۃ میں لکھا ہے
قال ابن حجر فی نکتہ علی ابن الصلاح قد اخطأ من حکم بالوضع
بمجرد مخالفۃ السنۃ واکثر من ذلک الجوزقانی فی کتاب
الاباطیل وھذا انما یتاتی حیث لا یمکن الجمع بوجہ من
الوجوہ اما مع امکان الجمع فلا کما زعم بعضھم ان الحدیث

الذی رواہ الترمذی وحسنہ من الحدیث ابی ہریرۃ لا یؤمن
عبد قوما فیخص نفسه بالدعوۃ دونهم فان فعل فقد خانهم
موضوع لانه صلی الله علیه وسلم قد صح عنه انه کان
یقول اللهم باعد بینی وبین خطایای وغیر ذلک لانا نقول
یمکن حمله علی ما لا یشرع للمصلی من الادعیة لان الامام
والماموم یشترکان فیه بخلاف ما لم یؤثر وکما زعم
ابن حبان فی صحیحه ان قوله صلی الله علیه وسلم انی لست
کاحدکم انی اطعم واسقی دال علی ان الاخبار التی فیها
انه کان یضع الحجر علی بطنه من الجوع باطلة وقد رد علیه
ذلک الحافظ ضیاء الدین المقدسی وکفی هذا کله کلام
الحافظ ابن حجر فی النکت وقال الشیخ بدر الدین الزرکشی
فی تعلیقه علی ابن الصلاح جعل بعضهم من دلائل الوضع
ان یخالف صحیح السنة وهذه هی طریقة ابن خزیمة وابن
حبان وهی ضعیفة لا سیما حیث امکن الجمع قال ابن خزیمة
فی صحیحه فی حدیث لا یؤم عبد قوما فیخص نفسه بدعوۃ
فان فعل فقد خانهم هذا الحدیث موضوع فقد ثبت قوله
صلی الله علیه وسلم اللهم باعد بینی وبین خطایای الحدیث

لا ینتھی الی ذالک فقد حسنه الترمذی وغیرہ ولیس بایسر
بحدیث الاستفتاح لامکان حمله علی ما لو یشرع للامام وانما
وقال ابن حبان فی صحیحه فی قوله صلی اللہ علیه وسلم
انی لست کاحدکم انی اطعم واسقی ھذا الخبر یدل ان
ان الاحادیث التی جاء فیھا انه کان یضع الحجر علی بطنه
کلھا اباطیل وانما الحجز وھو طرف الازار اذ للہ تعالی
کان یطعم رسوله ویسقیه اذا وصل فکیف یترکه
جائعا مع عدم الوصال حتی یشد الحجر علی بطنه وما یغنی
الحجر من الجوع انتہی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اون احادیث کو جو
شدت جوع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلالت کریں یا جن میں
وضع حجر علی البطن کی تصریح ہے۔ ابن حبان نے باطل ٹھیرایا ہے۔ حالانکہ
صحیح بخاری میں یہ حدیثیں موجود ہیں قال سعید سمعت عن جابر
بن عبد اللہ قال لما حفر الخندق رایت النبی صلی اللہ
علیه وسلم خمصا شدیدا۔ فالقیت الی امرأتی فقلت
ھل عندک شئی فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
خمصا شدیدا الحدیث رواہ البخاری۔ وعن ایمن قال اتیت
جابرا فقال انا یوم خندق نحفر فعرضت کدیة شدیدة

جاؤا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ھذہ کدیۃ عرضت فی الخندق فقال انا نازل ثم قام و بطنہ معصوب بحجر الحدیث وفی اٰخرہ فقلت لامرأتی رایت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا ما فی ذلک صبر فعندک شیٔ قالت عندی شعیر و عناق الحدیث رواہ البخاری و نیز اسی قاعدہ کی بنا پر ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک یعنے اے علی سوائے میرے اور تمہارے کسی کو درست نہیں کہ بحالت جنابت اس مسجد میں (جاوے) اور بظاہر یہ علت قائم کی کہ اس میں اکثر شیعہ ہیں حالانکہ اس حدیث (کو) ترمذی۔ بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور اس کے شواہد بھی بکثرت ہیں جن کی تخریج بزاز۔ ابو یعلی۔ بیہقی نے۔ اور بخاری اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کی ہے۔ اور عمر بن خطاب اور عائشہ صدیقہ۔ ام سلمہ سعید بن ابی الوقاص۔ جابر بن عبد اللہ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہم کی روایت سے وارد ہے کما قال السیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فی التعلیقات حدیث ابی سعید یا علی لا یحل لاحد یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک فیہ کثیر النوعان فی التشیع عن عطیۃ العوفی ضعیف قلت اخرجہ الترمذی

والبیہقی فی سننہ من طریق سالم بن ابی حفصۃ عن عطیۃ وانت تہمۃ کثیر وقال الترمذی حسن غریب وقد سمعہ منی محمد بن اسمعیل وقال النووی انما حسنہ الترمذی بشواہدہ قلت ورد من حدیث سعد بن ابی وقاص اخرجہ البزار وعمر بن الخطاب رضی اخرجہ ابویعلی وام سلمۃ اخرجہ البیہقی فی سننہ وعایشۃ رضی اللہ عنہا اخرجہ البخاری فی تاریخہ والبیہقی وجابر بن عبد اللہ اخرجہ ابن عساکر فی تاریخہ ومن مرسل ابی حازم اخرجہ الزبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ اگر کہا جائے کہ جب بعض محدثین نے ایسی حدیث کو موضوع کہدیا ہے تو اوسمیں تاویل کرکے موضوعیت سے اوس کو نکالنا کیا ضرور ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ تامل ان دونوں قرینوں کا ہے کیونکہ مخالفت عقل و نصوص کی وجہ سے وہ موضوع ٹھیرائی جا رہی اور جب کسی وجہ سے وہ مخالفت رفع ہو جائے تو اوس حدیث کو موضوع کہنا بلا وجہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ بلا وجہ کسی حدیث کو موضوع کہدینا گناہ سے خالی نہیں اور یہ صریح ممنوع ہے۔ کما ورد عن سلیمان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ بیتا فی النار ومن رد حدیثا بلغہ عنی

وانا خاصمہ یوم القیمۃ واذا بلغکم عنی حدیث فلم تعرفوہ فلا تقولوا اللہ اعلم اصب کذا فی کنز العمال یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے قصداً جھوٹ بات بناکر اوس کی نسبت میری طرف کی تو چاہیے کہ وہ شخص اپنا گھر دوزخ میں بنالے اور جس نے رد کیا اوس حدیث کو جو پہونچی ہے اوس کو مجھ سے تو قیامت کے دن میں اوس کا دشمن ہونگا اور جو پہونچے تم کو ایسی حدیث جو نہ ہو تم کو سبب نہ معروف و نہ مشہور ہونے اوس کے تو اللہ اعلم کہدو روایت کی اس کو طبرانی نے میں بہرحال حدیث کو بلا وجہ رد کردینا یا اوس سے انکار کرنا سوا اس کے نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن بنالینا ہے عیاذاً باللہ۔ اگر سمجھ میں نہ آوے تو سکوت چاہیئے نہ یہ کہ حکم بالوضع کرنا جو بن وجہ رد ہے۔ امام سیوطی نے تعقبات میں نقل کیا کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ مرض فلا یلومن الا نفسہ یعنے جس نے چہارشنبہ یا شنبہ کے دن پچھنے لگایا اور کسی بیماری میں مبتلا ہوگیا تو وہ اپنے کو ملامت کرے۔ پھر آخر بحث میں یہ واقعہ نقل کیا کہ محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو اس حدیث میں کلام تھا وہ کہتے تھے کہ ایک روز میں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اوس پر پروا نہ کرکے

چار شنبہ کے دن فصدلی ساتھ ہی مرض برص جسد پر نمایاں ہوا نوشترین
سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اپنی
حالت عرض کی۔ فرمایا خبردار اب سے میری حدیث کی کبھی استہانت
نکرنا۔ یہ عبارت تعلیقات کی اس پرشاہد ہے۔ ثم روی الدیلمی
بسندہ عن ابن عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیشاپوری
قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت
یوم الاربعا فاصابنی برص فرائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانة
بحدیثی **ف** اس پر اور ایک بات معلوم ہوئی کہ محمد بن جعفر نیشاپوری
نے جو اس قصہ کو ذکر کیا اور بعد اس خواب کے اون کو اس حدیث
کی پوری تصدیق ہوگئی تھی جس کی وجہ سے وہ یہ واقعہ بیان کیا کرتے
تھے۔ اسی طرح تعلیقات مذکور میں لکھا ہے حدیث من عزی مصابا
فلہ مثل اجرہ یعنے جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اوسکو
بھی مثل اوسی مصیبت زدہ کے ثواب ہوتا ہے۔ یہ روایت علی بن
عاصم نے۔ محمد بن سوقہ سے کی ہے جنمیں محدثین کو کلام ہے چنانچہ اسی وجہ
سے ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔
بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ محمد بن ہارون کہتے ہیں کہ

وہ پیش کیں حضرت نے سوائے پانچ چھ حدیثوں کے کسی حدیث کی
تصدیق نہیں فرمائی۔ امام مسلم نے اس روایت کو اون روایات میں
ذکر کیا ہے جنمیں اون کو راویوں کے عیوب بیان کرنا مقصود ہے۔
غرض یہ کہ ابان کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں پس ان قرائن اور تصریحات
اور ان احادیث سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے
کے باب میں وارد ہیں مثل من رانی فی المنام فقد رای الحق
وغیرہ کے یہ بات سمجھ میں آسکتی کہ مثل محدثین کے اولیاء اللہ بھی بہت سے
حدیثیں خواب میں یا کشف صحیح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
تصحیح کر لیتے ہونگے جب عموماً کسی بزرگ کی ولایت مسلم ہو جائے تو
اس بنا پر اون کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو مان لینے میں کوئی محل تردد
نہ ہوگا اگر بالیقیں یہ مسلمہ مسئلہ معلوم کرنا ہو کہ اولیاء اللہ عالم بیداری
میں کس قدر دریافت کر سکتے ہیں تو کواکب زاہرہ میں دیکھ لیں
جس کو شیخ ابو الفضل عبد القادر بن حسین رحمتہ اللہ علیہ نے صرف اس
مسئلہ کی تحقیق میں تصنیف کی ہے اور بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کر دیا
کہ حالت بیداری میں رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف
ممکن بلکہ واقعی ہوتی ہے۔ تیسرا قرینہ وضع کا جو نفس حدیث میں ہوتا ہے
وہ یہ ہے کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب یا وعید سخت ہو چنانچہ تدریب الراوی

میں لکھا ہے ومنها الافراط بالوعيد الشديد على الامر الصغير
والوعد العظيم على الفعل الحقير وهذا كثير في حديث
القصاص والاخير راجع الى الركة مگر اس پر بھی قطعیت حکم
کی معلوم نہیں ہوسکتی کیونکہ کثرت ثواب کا مدار تو فضل الہی پر ہے۔
دیکھئے ایک رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت پر فضیلت رکھنا
قرآن شریف سے ثابت ہے قال الله تعالى ليلة القدر خير من الف شهر
اور حدیث البطاقة سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کما فی المواهب وشرحه
للزرقانی حديث البطاقة مشهور قد رواه الترمذي
وقال حسن غريب وابن ماجة وابن حبان والحاكم وصححه البيهقي
من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص يرفعه بلفظ ان الله
يستخلص رجلا من امتي على رؤس الخلائق يوم القيمة
فينشر عليه تسعة وتسعون سجلا كل سجل منها مثل
مد البصر ثم يقول اتنكر من هذا شيئا اظلمك كتبتي
الحافظون فيقول لا يا رب فيقول افلك عذر فيقول لا يا رب
لفظ الحديث عند المذكورين فيقول افلك عذر او حسنة
فهاب الرجل فيقول لا يا رب فيقول بلى ان لك عندنا
حسنة وانه لا ظلم عليك اليوم فتخرج بطاقة فيها اشهد

ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ فیقول احضر وزن فیقول یارب ماھذہ البطاقۃ مع ھذہ السجلات فقال انک لا تظلم قال فوضع السجلات فی کفۃ والبطاقۃ فی کفۃ فطاشت السجلات وثقلت البطاقۃ فلا یثقل مع اسم اللہ شئی یعنے روایت ہے عبداللہ بن عمرو ابن عاص سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلائے گا حق تعالی میرے امتیوں میں سے ایک شخص کو تمام خلائق کے روبرو قیامت کے دن پس کھولے گا اوس کے روبرو ننانوے ۹۹ سجل ہر سجل اتنا ہوگا جہاں تک نگاہ پہونچتی ہے اور فرمائے گا کیا تجھے انکار ہے اس سے کسی چیز کا کیا تجھ پر ظلم کیا لکھنے والے میرے فرشتوں نے وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار۔ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر یا کوئی نیک کام ہے سوائے اسکے۔ یہ سن کر اوس شخص کو ہیبت ہو جاوے گی۔ اور عرض کرے گا اے پروردگار اسکے سوا نہ کوئی نیک کام ہے نہ کوئی عذر ہے ارشاد ہوگا کہ کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے۔ اور آج تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ پھر نکالے گا حق تعالی ایک پرچہ کاغذ کا جسمیں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ لکھا ہوگا اور حکم ہوگا کہ اب جا اپنے اعمال تلنے کی جگہ

وہ عرض کرے گا اے پروردگار ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوگا تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رکھے جائیں گے وہ تمام دفتر ایک پلہ میں اور وہ پرچہ ایک پلہ میں۔ اور جب وزن کیا جائے گا تو وہ تمام دفتر سبک ہو جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ روایت کی اسکو ترمذی۔ ابن ماجہ ابن حبان اور حاکم نے اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسند میں روایت کی اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط مسلم پر۔ اب دیکھئے کہ گناہوں کے اتنے بڑے بڑے ننانوے دفتر کے مقابلہ میں ایک چھوٹی چٹھی کلمہ طیبہ کی کس شمار میں ہے مگر جب فضل خدا ہوا تو وہ سب طے رکھے رہیں گے اور سیکڑوں برس کی عبادت کا جو نتیجہ ہوتا ہے ایک چھوٹی سی چٹھی سے نکل آیا۔ پس معلوم ہو گیا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب مستبعد نہیں۔ جب یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہو گئی تو اس سے بڑھکر اور کیا بات ہوگی جس کے ماننے میں تردد ہو اور خواہ مخواہ اوس کو قرینہ وضع کا بنالیا جائے۔ اور اسی طرح یہ حدیث مشکوۃ میں ہے عن ابن عباس

رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال للعباس
ابن عبد المطلب يا عباس يا عماه الا اعطيك الا امنحك
الا احبوك الا افعل بك عشر خصال اذا انت فعلت
ذلك غفر الله لك ذنبك اوله واخره قديمه وحديثه
خطأ وعمداً صغيرة وكبيرة سرة وعلانية ان تصلي
اربع ركعات تقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة
فاذا فرغت من القراءة في اول ركعة وانت قائم قلت
سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر خمس عشرة مرة
ثم تركع فتقولها وانت راكع عشرا ثم ترفع راسك من
الركوع فتقولها عشرا ثم تهوي ساجدا فتقولها وانت ساجد
عشرا ثم ترفع راسك من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد
فتقولها عشرا ثم ترفع راسك فتقولها عشرا فذلك خمس
وسبعون في كل ركعة تفعل ذلك في اربع ركعات
ان استطعت تصليها في كل يوم مرة فافعل فان لم تستطع
ففي كل جمعة مرة فان لم تفعل ففي كل شهر مرة فان لم
تفعل ففي كل سنة مرة فان لم تفعل ففي عمرك مرة رواه
ابوداود وابن ماجة والبيهقي في الدعوات وروى الترمذي

عن ابی رافع نحوہ اور ترمذی کی روایت میں ہے و لو کانت ذنوبک
مثل رمل عالج غفرها الله لك یعنی روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبد المطلب
رضی اللہ عنہ سے کہ اے عباس اے میرے چچا کیا نہ عطا کروں میں
تم کو کیا نہ بخشش کروں میں تم پر کیا نہ دوں تم کو کیا نہ احسان کروں میں
تمہارے ساتھ اس قسم کا کہ جب کرو گے تم دس کام جو بتلاتا ہوں تو
تم کو تو بخش دے گا حق تعالیٰ تمہارے گناہ اول و آخر کے۔ پرانے
اور نئے۔ خطا سے کئے ہوئے یا قصداً۔ چھوٹے اور بڑے۔ پوشیدہ
اور ظاہر اگرچہ بکثرت مثل ریتی کے ہوں وہ یہ ہے کہ پڑھو تم چار رکعت
ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسرا ایک سورہ پھر بعد قراءت
کے حالت قیام میں کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر
پندرہ ۱۵ مرتبہ پھر رکوع کرو اور وہی کلمہ دس ۱۰ مرتبہ پڑھو۔ پھر رکوع سے
سر اٹھا کر دس ۱۰ مرتبہ۔ پھر سجدہ میں دس ۱۰ مرتبہ۔ پھر جلسہ میں دس ۱۰ مرتبہ۔
پھر سجدہ میں دس ۱۰ مرتبہ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر قیام سے پہلے بیٹھ کر دس ۱۰ مرتبہ
اسی کلمہ کو کہو۔ اس ترتیب سے ایک رکعت ہوئی جس میں پچھتر ۷۵ مرتبہ وہ کلمہ پڑھا گیا
پھر ہر رکعت میں ایسا ہی کرو اگر تم سے ہو سکے تو یہ نماز ہر روز ورنہ
ہر جمعہ میں ایک بار ورنہ ہر مہینے میں ایکبار ورنہ برس میں ایک بار

اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک بار پڑھو۔ روایت کی اسکو
ابوداود و ترمذی ابن ماجہ۔ اور بیہقی رحمہم اللہ نے انتہی۔ دیکھئے
کس قدر رحمت الٰہی ہے کہ صرف چار رکعت پڑھنے سے عمر بھر کے
گناہ اگلے پچھلے صغیرہ کبیرہ وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔
تھوڑے فعل سے کثرت ثواب اور کیا اس سے زیادہ ہو سکتا ہے
مگر شاید اسی وجہ سے کہ بہ نسبت حیثیت عمل کے ثواب بہت زیادہ
ہے ابن جوزی نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کر دیا
اور یہ علت قائم کی کہ اوس کی اسناد میں صدقہ ضعیف ہیں۔
اور موسی بن عبد العزیز مجہول اور موسی بن عبیدہ غیر معتبر ہیں۔
امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اکثر حفاظ حدیث
نے ابن جوزی پر رد کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے خصال مکفرہ میں
لکھا ہے کہ برا کیا ابن جوزی نے جو اس حدیث کو موضوعات میں
داخل کیا اور امالی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے
قرات خلف امام میں اور ابو داؤد و ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں
اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی اور ابن شاہین و آجری و خطیب
و ابو سعید سمعانی و ابو موسی و ابو الحسن و ابن الفضل منذری و ابن
صلاح و نووی رحمہم اللہ وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے

اکثر حفاظ حدیث نے ابن جوزی پر رد کیا

خاص اس باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور کہا دیلمی نے فردوس میں کہ صلوۃ التسبیح اور نمازوں سے زیادہ ترصحیح ہے۔ روایت کی بیہقی وغیرہ نے ابی حامد مشرقی سے کہا کہا میں مسلم کے پاس بیٹھا تھا اور میرے ساتھ حدیث صلوۃ التسبیح تھی جو بروایت عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے مسلم نے دیکھکر کہا کہ اس باب میں اس سے بہتر کوئی اسناد نہیں اور ذکر کیا ترمذی نے کہ ابن مبارک وغیرہ اہل علم نے بھی صلوۃ التسبیح پڑھی اور اوس کی فضیلت بیان کی اور کہا بیہقی نے کہ اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہوتی ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ کئی طریقوں سے یہ حدیث مروی ہے جس کو ابن راہویہ و ابن خزیمہ و حاکم و طبرانی و دارقطنی و ابن شاہین وابونعیم و عبدالرزاق وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن جوزی نے جو صدقہ کی نسبت کلام کیا ہے سو شاید اون کو صدقہ ابن یزید خراسانی سمجھا ہو جو متروک ہیں۔ حالانکہ یہ صدقہ ابن عبداللہ ہیں جن کا لقب سمین ہے اور وہ متروک نہیں۔ اور جو موسیٰ بن عبیدہ میں کلام کیا ہے وہ بات مردود ہے اسلئے کہ موسیٰ کذاب نہیں ہے اور موسیٰ بن عبدالعزیز کو جو مجہول کہا اوسمیں بھی خطا کی اس لئے کہ یحییٰ بن معین اور نسائی نے اون کی توثیق کی اور بہت لوگوں نے

اون سے روایت لی ہیں انتہی ملخصاً پوری عبارت تعقبات کی یہ ہے
حدیث العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صلوٰۃ التسبیح فیہ صدقۃ بن
یزید الخراسانی ضعیف وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما
فیہ موسی بن عبد العزیز مجہول وحدیث ابی رافع فیہ موسیٰ
ابن عبیدۃ لیس بشیٔ قلت قد اکثر الحفاظ من الرد علی ابن
جوزی فی ھذا الحدیث قال الحافظ ابن حجر فی الخصال
المکفرۃ اساء ابن الجوزی بذکرہ ایاہ فی الموضوعات قال
وقولہ ان موسی عبد العزیز مجہول لم یصب فیہ فان ابن
معین والنسائی وثقاہ وقال فی امالیہ حدیث ابن عباس
اخرجہ البخاری فی القرأۃ خلف الامام وابوداود وابن ماجہ
وابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ والبیہقی وغیرہم
وقال ابن شاہین فی الترغیب سمعت ابابکر بن ابی داؤد
یقول سمعت ابی یقول صح فی صلوٰۃ التسبیح ھذا قال موسی
بن عبد العزیز وثقہ ابن معین والنسائی وابن حبان وروی
عنہ خلق واخرج لہ البخاری فی القرأۃ ھذا الحدیث بعینہ
واخرج فی الادب حدیثا فی سماع الرعد وببعض ھذہ الامور
ترفع الجہالۃ وممن صحح ھذا الحدیث اوحسنہ غیر من تقدم

ابن منده والف فيه كتابا والاجرى والخطيب وابو سعد
السمعانى وابو موسى وابو الحسن وابن المفضل والمنذرى وابن
الصلاح والنووى فى تهذيب الاسماء واخرون وقال الديلمى
فى مسند الفردوس صلوة التسبيح اشهر الصلوة واصحها
اسنادا وروى البيهقى وغيره عن ابى حامد الشرقى قال
كنت عند مسلم بن الحجاج ومعنا هذا الحديث عن عبد الرحمن
بن بشر يعنى حديث صلوة التسبيح من رواية عكرمة عن ابن
عباس فسمعت مسلما يقول لا يروى فيها اسناد احسن من هذا
وقال الترمذى قد روى ابن مبارك وغيره من اهل العلم
صلوة التسبيح وذكروا الفضل فيه وقال البيهقى كان عبد الله
ابن المبارك يصليها وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض
وفى ذلك تقوية للحديث المرفوع قال الحافظ ابن حجر واقدم
من روى عنه عند فعلها صريحا ابو الجوزاء اوس بن عبد الله
البصرى من ثقات التابعين وثبت ذلك عن جماعة بعده
واثبتها ائمة الطريقين من الشافعية ولحديث ابن عباس
هذا طرق فتابع موسى بن عبد العزيز عن الحكم بن ابان
ابراهيم بن الحكم ومن طريقه اخرجه ابن راهويه وابن

خزيمة والحاكم وتابع عكرمة عن ابن عباس عطا واخرجه
الطبرانی وابونعيم بسند رجاله ثقات وابو الجوزا اخرجه
الطبرانی والدارقطنی فی صلوة التسبيح من طريق سنده وعجا
اخرجه الطبرانی فی الاوسط فهذا است طرق واما حديث ابن
العباس فاخرجه الدارقطنی فی الافراد وابن شاهين
فی الترغيب قال الحافظ ابن حجر وظن ابن الجوزی ان صدقة
الذی فيه ابن يزيد الخراسانی وليس كذالك انما هو
ابن عبد الله المعروف بالسمين ضعفه من قبل حفظه ووثقه
جماعة فيصلح فی المتابعات بخلاف الخراسانی فانه متروك
وله طرق اخری اخرجها ابراهيم ابن احمد الحرقی فی فوائده
وفی مسند احمد بن عمر والمنضی كذبوه واما حديث ابی رافع
فاخرجه الترمذی وابن ماجة قال الحافظ وقول ابن الجوزی
ان موسی بن عبيدة علة الحديث مردود فانه ليس بكذاب
مع ماله من الشواهد وقد ورد حديث صلوة التسبيح
من حديث الفضل بن العباس اخرجه ابونعيم فی قربان
المتقين وابن عمرو اخرجه ابوداود والدارقطنی وابن
شاهين فی الترغيب والدارقطنی والطيبی من طرق عنه

وعلی اخرجه الدارقطنی والواحدی فی الدعوات من طریق سلمة وجعفر بن ابی طالب اخرجه عبد الرزاق والدارقطنی من طریق عنه وانه عبد الله اخرجه الدارقطنی ام سلمة اخرجه ابو نعیم والانصاری هو جابر بن عبد الله وقال احافظ انه یونسه الانباری ومن مرسل اسماعیل بن رافع اخرجه سعید بن منصور والخطیب فی صلوة التسبیح انتهی ملخصا من نتائج الاذکار۔ ہرچند اس بحث میں تطویل ہوئی لیکن اسکے ضمن میں یہ بات معلوم ہوئی کہ محدثین کے اجتہاد و استدلال ایک قسم نہیں ہیں کسی کی نظر مضمون سے متعلق ہوتی ہے اور کسی کی نفس اسناد سے۔ کہا ابن جوزی نے کہ ان اسنادوں پر مجھے اطلاع نہیں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ ابن جوزی بڑے فاضل تھے ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ وفیات الاعیان میں اون کا حال لکھا ہے کہ وہ فن حدیث میں علامہ اور امام وقت تھے اون کے تصانیف اسقدر ہیں کہ اونکی عمر کا اور تصانیف کا حساب کیا گیا تو روزانہ نو جزو ہوتے ہیں اونمیں سے اکثر فن حدیث میں ہیں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص کتابت حدیث کے لئے یہ اہتمام رکھا تھا کہ حدیث لکھنے کے لئے جب قلم تراشتے تو اوسکا تراشہ اوٹھا رکھتے وہ اسقدر جمع ہو گیا تھا

کہ انتقال کے قریب وصیت کی کہ میرا غسل کا پانی اوسی سے گرم کیا جائے
چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ تراشہ پانی گرم کرنے کے لئے کافی ہوا بلکہ
کچھ بچ رہا۔ باوجود اس جلالت شان کے اون کی نظر اون کتب متداولہ
پر جن سے تصحیح حدیث صلوۃ التسبیح ہوتی ہے کیا نہ ہوگی۔ غرض
کوئی ایک علت قائم کر کے حدیث کو موضوع قرار دینے سے اون کا
مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح سمجھی جائے تو لوگ اوس پر
اعتماد کر کے کہیں عمل نہ چھوڑ دیں۔ اسی طرح ابن تیمیہ [illegible] نے
زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت میں اسقدر زور دیا کہ
جتنی حدیثیں زیارت کے باب میں وارد ہیں اون سب کو موضوع
قرار دیا۔ اس خیال سے کہ زیارت و توسل و استغاثہ وغیرہ سے شرک
لازم آتا ہے شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اونکی رد میں شفاء السقام
تصنیف کی اور اوسمیں اوس خیال کی تغلیط کر کے رجال اسانید اور
تخریج احادیث کے متعلق محققانہ بحث کی ہے اور ثابت کر دیا کہ وہ
سب حدیثیں صحیح ہیں اور توسل وغیرہ درست ہے۔ چنانچہ مولانا
محمد عبدالحی نور اللہ مرقدہ ظفر الامانی میں لکھتے ہیں قال السخاوی
وممن افرد بعد ابن الجوزی فی الموضوع کراسیۃ الرضی الصغانی
اللغوی ذکر فیہا احادیث من الشہاب للقضاعی والنجم للاقلیشی

وغيرهما كالاربعين لابن ودعان وفضائل العلماء المحمدين
سرور البلخي والوصية لعلي بن ابي طالب وخطبة الوداع
وادب النبي صلى الله عليه وسلم واحاديث ابي الدنيا الاشج
ونسطور ونعيم بن سالم ودينار الحبشي وابي هدبة ابراهيم
ونسخة سمعان انس رضي الله عنه عن وجهها الكثير البعيد
من الصحيح والحسن وما فيه ضعف يسير ولابن الجوزي في الب
كتاب الاباطيل اكثر فيه من الحكم بالوضع بمجرد مخالفة
السنة وهو خطاء الا ان يتعذر الجمع وكذا صنف عمر بن
بدر الموصلي كتابا سماه المغني عن الحفظ والكتاب بقولهم
لم يصح شئ في هذا الباب وعليه فيه مواخذات كثيرة وان
كان له في كل من ابوابه سلف من الائمة خصوصا متقدمين
انتهى كلامه قلت ومن هذا القبيل رسالة الشوكاني المسماة بالفوائد
المجموعة في الاحاديث الموضوعة فان فيها احاديث صحاح وحسان
قد ادرجها بسوء فهمه وتقليده بالمتشددين من المساهلين فينبغي
على العارف الماهر التوقف في قبول كلامه وتنقيح مرامه في
هذا الباب بل في جميع مسائل المذهبيه فان له في تاليفاته الحديثية و
الفقهية اختيارات شنيعة مخالفة لاجماع الامة وعلماء الملة

وتحقیقات مخالفۃ للمعقول والمنقول کما لا یخفی علی ماھر
الفروع والاصول یعنے موضوعات میں صنعانی نے ایک رسالا اور
جوزقانی نے کتاب لاباطیل اور عمر بن بدر موصلی نے مغنی لکھی جنمیں
صیح اور حسن حدیثیں موجود ہیں اور اسی طرح شوکانی نے ایک رسالہ
لکھا جسمیں ناسمجھی اور تقلید سے صیح اور حسن حدیثیں داخل کردیں
اور سوائے اسکے اونھوں نے اکثر تصانیف میں ایسے امور اختیار
کئے جو مخالف اجماع ہیں اون کے اقوال میں توقف کرنا چاہئے غرض
کبھی جرح وتعدیل میں قول معتمد علیہ کی تائید مقصود ہوتی ہے جیسا کہ
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حنفیہ کے استدلالی حدیث کی تردید کے وقت
راوی کے حال میں اقوال جرح نقل کرتے ہیں پھر اپنے مذہب کے
استدلال میں جب کوئی حدیث اونھیں راویوں سے روایت کیجاتی ہے
تو اوس پر استدلال کرلیتے ہیں۔ اس بات کو علامہ علاء الدین
ماردینی رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر النقی میں متعدد جگہ ثابت کردی ہے
اسی طرح کنز العمال میں حدیث فضائل عسقلانی کے بحث میں لکھا ہے
کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا۔ لیکن ابن حجر عسقلانی نے
قول مسدد میں اوسکی تردید کی۔ الغرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ بحسب مقتضی
وشان طبیعت وغیرہ ایک صیح غرض محدثین کے پیش نظر ہوتی ہے

جس کے لحاظ سے اسناد پر غور کر کے جرح و تعدیل میں ان اقوال پر
اعتماد کرتے ہیں جو مفید مدعیٰ ہوں۔ دیکھئے حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو
مستدرک کی تصنیف کے وقت ملحوظ تھا کہ جس قدر روایتیں صحیحین
یا احدہما کی شرط پر ہیں جمع کر دوں چنانچہ اس قسم کی روایتیں بکثرت
جمع ہو گئیں جس کی نسبت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے
ہیں۔ ان المستدرک للحاکم کتاب کبیر جداً یصفو له منه
صحیح کثیر زائد علی ما فی الصحیحین علی ما ذکر المصنف بعد
هو مع حرصه علی جمع الصحیح الزائد علی الصحیحین واسع
الحفظ کثیر الاطلاع غزیر الروایة فیبعد کل البعد ان
یوجد حدیث بشرط الصحة لم یخرجه فی مستدرکه
پھر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین اوس کی تنقیح کی طرف متوجہ ہوئے
اور بہت سی حدیثوں میں کلام کر کے ان کو ضعیف بلکہ موضوع ثابت
کر دیا وجہ اس کی یہ ہے کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تصحیح کی طرف تھی
اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تنقیح کی طرف ایسے موقع میں خواہ مخواہ
بعض امور نظر سے فرو گذاشت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ابن جوزی
رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور ضعاف جمع کرنے کی طرف توجہ کی
اور موضوعات میں ایک کتاب اور ضعاف میں ایک کتاب لکھی

جس کا نام علل متناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ہے۔ اور اسقدر جمع کیا
کہ بعض بخاری و مسلم کی حدیثوں کو بھی موضوعات اور ضعاف میں
داخل کردیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو کوئی کسی خاص مسئلہ میں رسالہ لکھتا یا
تقریر کرتا ہے ہمہ تن توجہ اوس کی اس بات پر ہوتی ہے کہ جس قدر
حدیثیں اپنے مفید مدعیٰ ہوسکیں سب ذکر کردیے جائیں۔ اور
حتی الامکان اون کی ضعف و علل کے اوٹھانے میں بحث کیجائے
اگر کوئی اوس کی تردید کی طرف متوجہ ہو تو معاملہ برعکس ہوجاتا ہے
اسمیں یہ ضرور نہیں کہ اون دونوں کا مبنیٰ نفسانیت پر ہو بلکہ ہر ایک
کی غرض صحیح ہوتی ہے جس کے پوری کرنے پر مقتضائے طبع وہ مجبور رہتا ہے
اور ممکن ہے کہ بمصداق حبک الشئ یعمی ویصم کے خطا بھی ہوجائے
اصل مقصود سے تقریر خارج ہوگئی کلام تو اسمیں تھا کہ تھوڑے کام پر زیادہ
ثواب کا ہونا قرینہ وضع نہیں جیسا کہ حدیث صلوٰۃ التسبیح سے ثابت ہوا
اسی طرح چھوٹے گناہ پر سخت وعید کا ہونا موضوعیت حدیث پر قطعی
قرینہ نہیں ہوسکتا اسی طرح ترغیب و ترہیب منذری۔ وزواجر وغیرہ
کتب سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ریا و سمعہ وغیرہ پر کیسی کیسی وعیدیں وارد
ہیں اور سوائے اسکے خود قرآن شریف میں ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا
مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ

وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا اَلِيْمًا یعنے جس نے قصداً کسی مسلمان کو قتل کیا تو جزا
اوس کی جہنم ہے اوسمیں وہ ہمیشہ رہیگا اور غضب اور لعنت کی
حق تعالی اوس پر اور مہیا کر رکھا ہے اوسکے واسطے بڑا عذاب۔ گو
قتل گناہ کبیرہ ہے مگر جزا اوس کی مثل جزائے کفر کے نعوذ باللہ جو اس
آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتی ہے اور یہ جزا بنسبت اوس فعل کے بہت
سخت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس آیۂ شریفہ میں تاویل کی گئی ہے تو
ہم کہینگے کہ ایسا ہی اوس حدیث میں بھی تاویل کر سکتے ہیں
صرف قرینہ پر موضوع کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ الحاصل ان قرینوں
سے یہی بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ اوس سے حدیث قطعاً موضوع
ہو جائے اب رہے وہ قرائن جو خارجی ہیں اور اون سے موضوعیت
حدیث کی جانی جاتی ہے منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ کسی واقعہ میں ایک
جماعت کثیرہ موجود ہو اور سوائے ایک شخص کے کسی نے اوس کو
روایت نہ کی ہو یہ بھی قرینہ وضع ہے اسلئے کہ اگر وہ خبر صحیح ہوتی تو
اور لوگ بھی اوس جماعت کے اوسکو روایت کرتے غور سے معلوم
ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی قطعیت وضع کی ثابت نہیں ہو سکتی اسلئے
کہ کل حدیثیں تو محدثین کو پہونچی ہی نہیں تا یقین ہو کہ کسی دوسرے نے
اوسکو روایت نہیں کی اور کل احادیث کا نہ پہونچنا یوں ثابت ہو سکتا

کہ محدثین کی کتابوں میں ایک لاکھ حدیثیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ جواہر الاصول میں شیخ ابو الفیض محمد بن علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا۔ جس کا یہ ترجمہ ہے (حصر احادیث کا امکان سے بعید ہے مگر ایک جماعت محدثین نے تتبع کتب میں کر کے نہایت کوشش کے ساتھ حساب کیا چنانچہ ابو المکارم کہتے ہیں کہ متون احادیث جو آجتک موجود ہیں ایک لاکھ تک پہونچے ہیں۔ حالانکہ اوپر یہ بات معلوم ہو چکی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں کی خبر دی ہے اور اگر تعمق نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ساڑھے سات لاکھ میں بھی انحصار کل احادیث کا نہیں ہو سکتا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اگر دن رات میں دس گیارہ ہی فرض کئے جائیں تو صرف ایام نبوت کے اقوال تقریباً ایک لاکھ ہو جاتے ہیں۔ اور روایت ہر قول کی اگر دس ہی صحابیوں سے ہو۔ اسوجہ سے کہ ہر صحابی کی روایت مستقل ایک حدیث سمجھی جاتی ہے تو صرف اقوال احادیث دس لاکھ سے زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ بدیں لحاظ کہ مبنی نبوت کا کلام اور ارشادات پر ہے۔ اور صحابہ بھی ہزارہا تھے۔ یہ دس لاکھ بھی بہت کم ہونگے۔ پھر احادیث افعال وتقریر۔ اور صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال اور اخبار کتب ماضیہ وغیرہ

امور جن پر کہ اطلاق حدیث کا ہوتا ہے باقی رہ جاتے ہیں قال السخاوی رحمۃ اللہ علیہ فی الفتح المغیث وکذا آثار الصحابۃ والتابعین وغیرھم وفتاواھم مما کان السلف یطلقون علی کل حدیث اس پر ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ کل حدیثیں کس قدر ہونگے۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول بحث میں نقل کرتے ہیں کہ ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے مسند حدیثوں کا انھوں نے انتخاب کیا ہے۔ امام ذہبی نے طبقات میں لکھا ہے کہ احمد بن فرات کا یہ قول تھا کتبت عن الف سبعمائۃ شیخ وکتبت الف الف حدیث وخمسمائۃ الف فعملت من ذلک فی توالیفی خمسمائۃ الف یعنے سات لاکھ حدیثیں مجھے شیوخ سے پہونچی ہیں۔ پھر یہ احتمال نہیں کہ ادنمیں کوئی حدیث موضوع وغیرہ ہو۔ کیونکہ ابن عدی کا قول اوسی میں نقل کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انھوں نے کوئی منکر روایت کی ہے کیونکہ وہ اہل صدق اور حفظ سے تھے اسی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ اکابر محدثین نے اون کی روایتوں کی توثیق کی ہے۔ طبقات الحفاظ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابو عسال کے احوال میں لکھا ہے وہ کہتے تھے کہ صرف قرات میں مجھے پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ قدماء سے کسی محدث نے کل صحیح حدیثوں

کے جمع کرنے کا قصد نہیں کیا اس لئے کہ یہ دعوی حیز امکاں سے خارج ہے
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت میں اسکا ارادہ فرمایا تھا
مگر مصلحت نہ جانکر ترک کر دیا چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات
میں لکھا ہے وقد نقل الحاکم بسندہ عن القاسم بن محمد
قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا جمع الحدیث عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکانت خمسمائۃ حدیث فبات لیلۃ
ینقلب کثیرا قالت فغمنی فقلت انقلب بشکوی اوبشیٔ
بلغک فلما اصبح قال بنیۃ ھلمی الاحادیث التی عندک
فجئتہ بھا فدعا بنار فحرقھا الحدیث منجملہ او رمواقع کے ایک
یہ بھی ہے کہ مصنفین کو ہر تصنیف میں ایک قسم کا التزام ہوا کرتا ہے
جس کی تکمیل میں زیادہ مدت صرف ہوتی ہے اور دوسرے مقاصد کی
طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آتی چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
جامع صحیح کی تصنیف کے وقت یہ التزام کیا تھا کہ جو ترجمۃ الباب لکھیں
یا حدیث نقل کریں پہلے غسل کرکے دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ چنانچہ
اسی وجہ سے سولہ سال میں وہ کتاب ختم ہوئی۔ جس کے ثبوت میں
ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے۔
قال الحافظ ابوذر الھروی سمعت ابا الھیثم محمد بن مکی الکھمی

يقول سمعت محمد بن يوسف الفربري يقول قال البخاري
ما كتبت في كتاب الصحيح حديثا الا اغتسلت قبل ذلك
وصليت ركعتين وايضا فيها ومن البخاري قال صنفت
الجامع من ستمائة الف حديث في ست عشرة سنة
اور افتتاح القاری میں محمد بن ابجل رحمۃ اللہ علیہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ
نے تاریخ ابی بکر خطیب سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
اول تراجم ابواب تمام کئے اور اوسمیں یہ التزام کیا کہ اول دو رکعت
نماز پڑھتے اور مابین قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و منبر شریف کے ہر باب
ترجمۃ الباب لکھتے اس طرح سولہ برس میں حدیثیں ان ابواب میں
داخل کیں کما قال الحافظ ابو احمد عبد اللہ ابن عدی الجرجانی
وسمعت عبد القدوس ابن همام يقول سمعت عدة من المشائخ
يقولون حول محمد بن اسمعيل البخاري تراجم جامعه بين قبر
النبي صلى الله عليه وسلم ومنبره وكان يصلي لكل ترجمة
ركعتين فاول ما صنف البخاري فيما بلغنا من صحيحه الابواب
ثم سدها بعد بالاحاديث ومضى في تهذيبه وتحريره ست
عشرة سنة اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مقدمہ میں لکھا ہے قال ابو
ابن عدی عن جماعة من المشائخ ان البخاري حول تراجم جامعه

بین قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ رکعتین اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ التزام نہ کرتے تو لاکھ حدیثیں صحیح جس کی خبر خود دیتے ہیں کما فی المقدمۃ المذکورۃ وقال محمد بن حمدویہ سمعت البخاری یقول احفظ مائۃ الف حدیث صحیح بہ آسانی ایک ہی کتاب میں جمع کر سکتے تھے کیونکہ اون کو تصنیف کے وقت کتاب دیکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ سب حفظ کی تمام حدیثیں اون کے پیش نظر تھیں احادیث کی تدوین میں اگر اون کو تکلیف تھی تو صرف لکھنے کی تھی اس خیال سے اگر وہ خود نہ لکھ کر اپنے شاگردوں کے ہاتھ سے لکھواتے تو جو سولہ برس کی مدت میں اون کے ذاتی التزام سے (چار ہزار حدیثیں) لکھی گئیں کم مدت میں (لاکھ حدیثیں) بہ آسانی لکھ دیتے قال ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فی مقدمتہ وجملۃ ما فی کتاب البخاری الصحیح سبعۃ الاف ومائتان وخمسۃ وسبعون حدیثا بالاحادیث المکررۃ وقد قیل انہا باسقاط المکررۃ اربعۃ الاف حدیث کیا وشما کی رائے کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے بڑھ سکتی ہے ہرگز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے افعال اور اون کے عادات کا صدور خلوص کے سوا نہ تھا اور کوئی کام جسمیں حق تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا ذریعہ نہ ہوتا ہو کر

معلوم نہیں بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوس التزام میں کیا کیا انوار اور برکات کا مشاہدہ فرمایا جو کل احادیث کے جمع کرنے پر جو ایک جلیل القدر کام تھا اوس کو ترجیح دی۔

ف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک حدیث اور ترجمۃ الباب کے لکھنے کے قبل غسل کر کے مقام مقدس میں دو رکعت نماز پڑھنے کا جو التزام کیا تھا وہ نہایت خوش اعتقادی پر مبنی ہے۔ چند امور خیر کا خاص امر میں التزام کرنا کوئی قباحت نہیں بلکہ مستحسن ہے جس پر احادیث مستند جو آئندہ مذکور ہیں دلیل ہو سکتے ہیں۔

فعل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی بات کا التزام یا تعین کرنا مباح و مستحب امور میں مکروہ نہیں رہی یہ بات کہ التزام کا یہ اثر ہوگا کہ جہلا اوس کو دینی ضرورت سمجھیں گے جس سے زیادت فی الدین جو ایک امر قبیح ہے لازم آئے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جہلا تو کیا بلکہ اکثر وہ لوگ جو احکام دین سے واقف ہیں نماز تک بھی نہیں پڑھتے جس کا اہتمام سب سے زیادہ چاہئے۔ اگر یہ لوگ ان امور میں دینی ضرورت سمجھیں گے تو بموجب مقتضائے طبع اونکو بھی مثل ضروریات میں شریک کر کے خود چھوڑ دینگے اس سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو ضروریات دین میں اہتمام نہیں اگر کسی کار خیر میں اہتمام یا التزام

کریں تو اوس سے اون کی کوئی غرض اور جہت ہوتی ہے جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تعیین والتزام میں دوسری جہت تھی جو اون کی جلالت شان سے ظاہر ہے کہ اونھوں نے وہ التزام وتعیین دینی ضرورت سمجھکر نہیں کیا اسی طرح جہلا کی حالت اس بات پر دلیل ہے کہ وہ التزام وتعیین کو کسی امر میں فرض وواجب نہیں سمجھتے۔ مثلاً وقت معین میں مولود شریف کا التزام اور اوس میں بعض امور مستحبہ کا اہتمام اسوجہ سے ضروری سمجھتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایماندار کو ضروری ہے اور یہ امور اوس پر مبنی وجہ دلیل ہیں اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اصل دین میں کوئی چیز بڑھادی گئی۔ ہاں ان دنوں ضروری سمجھنے کے لئے جو جہت قائم ہوئی وہ یہ ہے کہ اوس کو شعار مذہب اہل سنت وجماعت کا قرار دیا اسلئے کہ وہابیہ نے اوسکے ترک کو ضروری سمجھا جبسے اون کے مذہب کا شعار سمجھا جاتا ہے۔ جب علما نے مولود شریف فاتحہ سوم وغیرہ امور جزئیہ میں تشدد شروع کردیا اس لحاظ سے کہ فقہا نے مطلقاً تعیین کو مکروہ لکھا ہے اور اون کی بات کو بعض لوگوں نے مان لیا اور اون کے ذہنوں میں یہ بات متمکن ہوئی کہ مولود شریف وغیرہ بالکل منع ہے تو وہ بیچارے جہلا کیا جانیں کہ مکروہ اور حرام میں کیا فرق ہے اور حرام لذاتہ کیا ہے۔ اور حرام لغیرہ کیا۔ اسلئے اون لوگوں نے منع میں اسقدر تشدد واہتمام شروع کردیا جو حرام میں چاہئے۔ غرض ان علما کی جزئیات میں تشدد کرنیکا

یہ اثر ہوا کہ ایک فرقہ نے اون کو منع یعنے حرام سمجھ لیا اور اون کے مقابل کی
جماعت نے یہ سمجھا کہ منع کرنے والے وہابی ہیں جن کا مقصود صرف یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کسی طرح دلوں سے دور کی جائے اور
کوئی فعل ایسا صادر نہ ہو جسمیں تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اسوجہ سے
ان لوگوں نے اپنے مذہب کا اوسکو شعار ٹھیرا کر اوسمیں اہتمام بڑھایا اور
طرفین میں مباینت مذہبی کی وجہ سے تعصب و خصومت تو ہو ہی
جس کے آثار یہ ظاہر ہوئے کہ سب و شتم اور بہت سے مسلمانوں میں بے حرمتی ہوئی
منشا ان امور کا صرف طرفین کی نفسانیت ہے ورنہ دین سے اوس کو کوئی
تعلق نہیں۔ چنانچہ ایک معتبر صاحب اپنا دیکھا ہوا واقعہ بیان کرتے تھے
کہ کلکتہ کی مسجد میں ایک غیر مقلد صاحب نے نماز میں بلند آواز سے آمین کہا ایک مقلد صاحب
نے جو وہ بھی نماز ادا کر رہے تھے جواب میں آواز بلند کہا شالا بجشل
زبان میں سخت گالی ہے۔ دوبارہ غیر مقلد صاحب نے آمین کا اعادہ کیا۔
تو پھر مقلد صاحب نے اوسی لہجہ میں بلند آواز سے کہا شالا بنا شالا پھر
غیر مقلد صاحب نے تیسرے مرتبہ اوسی طرح آمین کہا۔ اب مقلد صاحب رہ نہ سکے
اور مارے غصہ کے نماز توڑ کر غیر مقلد صاحب پر جا گرے اور آپس میں خوب
مار پیٹ ہوتی رہی۔ اگر منشا اسکا نفسانیت نہیں تو آمین کے لفظ پر اسقدر
برہم ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ شافعیہ برابر آمین بالجہر کہتے ہیں کسی کو برا نہیں معلوم

ہوتا اسمیں شک نہیں کہ مقلد نے بہت زیادتی کی مگر اسکے ساتھ یہ بھی قابل
غور ہے کہ غیر مقلد نے جو بار بار شالا کے جواب میں آمین کہا جو ولا الضالین
کے بعد کہنا تھا جس سے حنفیوں کی اشتعالک مقصود تھی اور ثواب کے بدلے
دنیا ہی میں خصومت باہمی سے گالی وضع کی گئی اعوذ باللہ من ذالک
الحاصل دونوں فریق میں بے وجہ عداوت کا مادہ پیدا ہو گیا جو مسلمانوں
میں نہ چاہیئے یہ ساری خرابیاں اوس ایک بات کا نتیجہ ہے جو مولوی صاحب
نے ایک امر کروہ کے منع کرنے میں اپنا سارا علم خرچ کر دیا۔ بالفرض اگر کراہیت
بھی ان امور کی مان لی جائے جب بھی منع کی ضرورت نہیں الاشباہ والنظائر
اور حموی میں لکھا ہے لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات وروی
عن ابی بکر بن ابراهیم انه سئل عن هذہ الشبهات ای عما یکون
الی الحرام اقرب فقال لیس هذا زمان الشبهات ان الحرام اغتنانا
یعنی ان اجتنبت الحرام کفاك كذا فی التجنیس یعنی یہ زمانہ مکروہ تحریمی
سے بچنے کا نہیں ہے اگر حرام سے ہی اجتناب کرلیں تو کافی ہے اور یہی بات
اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتی ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیه وسلم قال انکم فی زمان من ترك منکم عشر ما امر به هلك
ثم یاتی زمان من عمل منهم بعشر ما امر به نجا۔ رواہ الترمذی
یعنے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو

اگر کوئی دسویں حصہ پر عمل نہ کرے گا ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ ایسا آئیگا جو
اگر کوئی شخص دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا وہ نجات پائے گا۔ وعن جابر
رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النعمان بن قوقل
فقال یا رسول اللہ ارایت اذا صلیت المکتوبة وحرمت الحرام
واحللت الحلال ادخل الجنة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
نعم یعنی حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھنا نجات کے لئے کافی ہے
ذہبی نے طبقات میں روایت کی ہے عن مراسیل ابن ابی ملیکة
ان الصدیق جمع بعد وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انکم تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث
تختلفون فیها والناس بعدکم اشد اختلافا فلا تحدثوا
عن رسول اللہ شیئا فمن سألکم فقولوا بیننا وبینکم کتاب اللہ
فاستحلوا حلاله وحرموا حرامه یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم
لوگ اختلافی روایتیں مت بیان کیا کرو اگر اس قسم کا تم سے سوال کیا جائے
تو کہہ دو کہ قرآن شریف کافی ہے جو چیز اوسمیں حلال ہے اوسکو حلال اور
جو حرام ہے اوسکو حرام سمجھو۔ اب جو لوگ حلال کو حرام سمجھنے لگے کس قدر
اون کی خرابی کا باعث ہوا کیونکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنا

الکلام المرفوع

عباس رضی اللہ عنہ رسالۃ ان یکتب لی کتابا ویخفی عنی فقال

ولد ناصح انا اختار لہ الامور اختیارا واخفی عنہ یعنے ابن ابی

ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباسؓ کو خط لکھا کہ جن حدیثوں کا اظہار مناسب

معلوم ہو آپ تحریر فرماویں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لڑکا

خیر خواہ معلوم ہوتا ہے اس لئے میں خیدا مور اوس کے لئے انتخاب کرکے

لکھ بھیجتا ہوں اور جو قابل اخفا ہیں اون کو مخفی رکھتا ہوں بخاری شریف

میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین عقوبت کونسی بیان فرمائی۔ انس

رضی اللہ عنہ نے قصہ عرینہ کا بیان کیا کہ جن لوگوں نے اسلام لاکر غدر کیا

اور اونٹ ہانک لیگئے اور چرواہے کو قتل کر ڈالا اونکو سخت سزا دیگئی تھی

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ خبر پہونچی تو کہا وددت انہ لم یحدثہ

بھذا یعنے اگر انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث نہ بیان کئے ہوتے خوب تھا

کیونکہ اوس ظالم کو اس سے جرأت پیدا ہوگی۔ حسن بصری کو اس روایت

کا بیان کرنا ناگوار ہوا اور دارمی میں ہے عن نعمان بن قیس ابن عبیدۃ

دعا بکتبہ فمحاھا عند الموت وقال انی اخاف ان یلیھا قوم فلا

یضعوھا فی مواضعھا یعنے نعمان کہتے ہیں کہ عبیدہ نے اپنے انتقال کے

وقت اپنی ساری کتابیں منگوا کر سب کو دھو ڈالا اور کہا کہ مجھے خوف تھا

کہ کہیں یہ کتابیں اون لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور موقع پر اون کو
استعمال نہ کریں۔ بعض محدثین بہت سی روایتیں خوف سے بیان نہ کرتے تھے
چنانچہ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ اوزاعی اور زہری رحمہما اللہ نے بنی امیہ
کی حکومت کے خوف سے فضائل اہل بیت میں کوئی روایت بیان نہیں کی
اتحاف الفرقہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب سے نقل کیا ہے
کہ یوسف بن عبید کہتے ہیں میں نے حسن بصری سے پوچھا آپ نے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو نہیں پایا پھر بلاواسطہ حضرت کا قول کیسے
بیان کرتے ہو جواب میں کہا کہ تم نے تو ایسی بات پوچھی جو اب تک کسی نے
نہیں پوچھی تھی اگر مجھ کو تم سے خاص تعلق نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ کہتا سنو تم
جانتے ہو کہ میں کس زمانہ میں ہوں۔ حجاج کی عملداری ہونے سے جو جو حدیثیں
علی کرم اللہ وجہہ سے میں نے سنی ہیں اونکا نام لے سکتا ہوں نہ اون روایتوں کو
زبان پر لاسکتا ہوں۔ صرف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتا ہوں
اور بعض سلاطین نے بلحاظ مصلحت ملکی لوگوں کو بعض علما کے پاس بیٹھنے
سے منع کر دیا تھا چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات حفاظ میں لکھا ہے
قال ابو یونس القوی دخلت المسجد فاذا سعید بن المسیب جالس
وحدہ فقلت ماشانہ قالوا نہی ان یجالسہ احد اور تقلیل روایت
ہونیکا یہ بھی ایک باعث ہوا جو علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ

اسی لئے ہر ایک
ایسی بات بیان نہ کرو جو لوگوں کے سمجھ میں نہ آوے۔ اس لئے ہر ایک
محدث کو اوس کے خیال کے موافق جو جو حدیثیں ملیں اونکو روایت کیں
اور جو مخالف مشرب اور خیال کے پایا اون کے لینے میں توقف کیا۔
چنانچہ طبقات الحفاظ میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے قال طاوس
و ان ابن عباس اتقی اللہ وامسک عن بعض حدیثہ لشددت
الیہ المطایا یعنے ابن عباس اگر خدا تعالیٰ سے ڈر کر بعض روایتیں نہ کرتے
تو لوگ سفر کر کے اون کے پاس آتے۔ اور ابن عباس نے جو روایات
لے بھی تو اونمیں اوس کے روایت کرنے میں توقف کیا تھا۔ چنانچہ ذہبی
رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلو میں ابو الشیخ کی کتاب العظمۃ سے حدیث
نقل کی جس کے اخیر میں یہ ہے۔ فما من سموات سماء الا لہ اطیط
کاطیط الرحل فی اول ما یرتحل وذکر کلمۃ منکرۃ لا تسوغ لنا
والاسناد نظیف یعنے راوی نے ایک ایسی بات کہی جس کی روایت
کرنی جائز نہیں۔ کہا ذہبی نے کہ اس روایت کی اسناد پاکیزہ ہے۔
خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل اور اہل کبائر کی نجات اور شفاعت
وغیرہ میں جو روایتیں کہ اون کے مذہب کے مخالف ہیں غالباً ہرگز
بیان نہ کرینگے۔ چنانچہ فتح الباری کے باب لا یدخل الدجال المدینۃ
میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے

الکلام مرفوع

روی عن ابن عباس انه رآه بعینه ومثله عن ابی ذر وکعب والحسن
کان یحلف علی ذالک وحکی مثله عن ابی هریرة واحمد
بن حنبل وحکی اصحاب المقالات عن ابی حسن الاشعری وجماعة
من اصحابه انه رآه والحج فی هذه المسئلة وان کانت کثیرة ولکنا
لا نتمسك الا بالاقوی منها وهو حدیث ابن عباس اتعجبون ان
تکون خلة لابراهیم والکلام لموسیٰ والرؤیة لمحمد صلی الله علیه
وسلم وعن عکرمة سئل ابن عباس هل رای محمد صلی الله علیه وسلم
ربه قال نعم وقد روی باسناد لا بأس به عن شعبة عن قتادة عن
انس قال رای محمد صلی الله علیه وسلم ربه والاصل فی الباب
حدیث ابن عباس حبر الامة والمرجوع الیه فی المعضلات وقد
راجعه ابن عمر فی هذه المسئلة وسئله هل رای محمد صلی الله
علیه وسلم ربه فاخبره انه رآه ولا یقدح فی هذا حدیث عائشة
فان عائشة لم تخبر انها سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول
لم ارربی وانما ذکرت ما ذکرت متاولة والحاصل ان الراجح عند
اکثر العلماء ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رای ربه بعینی راسه
لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیره مما تقدم واثبات
هذا لا یاخذونه الا بالسماع عن رسول الله صلی الله علیه وسلم

هذا مما ینبغی ان لا یتشکک فیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بروایات صحیحہ ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا اور نقل کیا ہے کہ مروزی نے حضرت امام احمد
بن حنبل رحمۃ اللہ عنہ سے پوچھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہے
(جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اوس نے حق تعالیٰ
پر افترا کیا) اوسکا قول کس طرح رد کیا جائے۔ حضرت امام نے کہا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ رأیت ربی فرمایا رد ہو سکتا ہے
کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے
بزرگ ہے۔ اسی طرح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا وہ قسمیہ
کہتے تھے کہ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ غرض ان
صحیح روایات کو جن کے وثوق پر عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو رد
اور رؤیت کی ثبوت میں قسم کھا لینا ان اکابر دین پر آسان ہو گیا تھا
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ
روایتیں نہیں پہونچی تھیں۔ حالانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مرفوع
نہیں صرف اونکا اجتہاد تھا جو استدلال سے ظاہر ہے۔
اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی رؤیت پر قرآن شریف سے
استدلال کیا اور مزید براں روایت (رأیت ربی) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے

یہ پڑھا (فضرب بینھم بسنور لہ ناب) لوگوں نے کہا آپ یہ کیا پڑھ رہے ہو
آیہ شریفہ تو یوں ہے (فضرب بینھم بسور لہ باب) اس آیہ شریفہ
کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن منافقین مسلمانوں سے کہیں گے کہ ذرا
انتظار کرو تا ہم بھی تمھارے نور سے روشنی لیں۔ اہل ایمان ادن سے
کہیں گے اگر ممکن ہو تو پیچھے لوٹو اور نور ڈھونڈ لاؤ یعنی دنیا سے یہاں
نور لانا چاہیے۔ منافق یہ سن کر پیچھے لوٹیں گے ساتھ ہی ایک بڑی دیوار
کھنچ جائیگی وہیں اہل ایمان داخل ہونیکے لئے دروازہ ہوگا جسکی خبر
حق تعالیٰ اس آیہ سے دیتا ہے (فضرب بینھم بسور لہ باب)
اگر فضرب بینھم بسنور لہ ناب پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ
ساتھ ہی ایک بتی ان کے درمیان ماری جائے گی جسکو ناب یعنے کوچلی کہا
کہا حمزہ کی قرات ہمارے پاس بدعت ہے ابراہیم بن خصان کہتے ہیں
کہ ایک روز عثمان نے پڑھا جعل السفینۃ فی رحل اخیہ لوگوں نے
کہا قرآن مجید میں تو یوں ہے جعل السقایۃ فی رحل اخیہ کہا عاصم کی
قرأت میں نہیں پڑھتا حسن بن حباب کہتے ہیں کہ ایک روز انھوں نے
الم ترکیف کی تفسیر میں بجائے الم تر کے الف لام میم ترا پڑھا۔ اسمٰعیل
بن محمد قشیری کہتے ہیں کہ (من الجوارح مکلبین) میں من الخوارج مکلبین
پڑھا خطیب اپنے جلیس میں لکھتے ہیں کہ جیسی تصحیف قرآن کی عثمان بن ابی شیبہ

سے منقول ہے کسی محدث سے نہیں غرض بے فنی سے اور بے تنقید سے بھی
اسی قسم کی خرابیاں ہوتی ہیں ورنہ عثمان جیسے محدث کا اس طرح آیتوں کو
پڑھنا امر حیرت خیز ہے جو معمولی طالب علم بھی ان سے بچا اور غلطی نہیں کرتا
عثمان بن ابی شیبہ کبھی حمزہ کی اور کبھی عاصم کی تقلید کیا کرتے تھے
اس سے حکایت نقل غیر مقلدین مقصود ہے کہ جو لوگ اہل فن کی تقلید
نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط لفظ پڑھ دیں ان سے غلطی ہو جانی ممکن ہے۔
سلامتی اسی میں ہے کہ ہر فن کے اکابر و معتمدین کی تقلید کی جائے۔ امام
احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے فی جمعت مسندا والفتہ من اکثر من سبع
الف وخمسین الفا کما فی جواہر الاصول بہت احادیث
احادیث کا معلوم نہیں ہو سکتا۔ محاصل واقع میں حدیثیں بہت تھیں اکثر
مفقود ہو گئیں وجہ اس کی یہ ہوئی کہ بنظر [illegible] ب نبی متعلق
الکبھی اول تو خود صحابہ بھی روایت کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باوجود شدت طول صحبت کے کل
تخمیناً سو روایتیں ہیں پھر جس قدر صحابہ سے روایتیں پہنچیں وہ بھی
سب باقی نہیں رہیں اسلئے کہ اسی زمانہ کے قریب میں بہت وضاع و کذاب
پیدا ہو گئے اور محدثین کو اکثر احتیاط کرنی پڑی پھر احتیاط کی نوبت یہاں تک
پہنچی کہ ادنی ادنی بات پر بہت سی احادیث چھوڑی جاتی تھیں چنانچہ

ابن الصلاح نے معرفت انواع علوم حدیث میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ
کسی نے شعبہ سے پوچھا کہ فلاں شخص کی حدیث کو آپنے کیوں چھوڑ دیا۔ کہا
(رأیته یرکض علی برذون فترکت حدیثه) یعنے وہ شخص گھوڑے کو
ایڑ مارتا تھا اس لئے میں نے اوس کی حدیثیں چھوڑ دیں۔ مسلم بن ابراہیم سے
کسی نے پوچھا کہ صالح مری کی حدیث کو کیوں تم نے چھوڑ دیا۔ مسلم نے
جواب میں کہا ما یصنع بصالح ذکروہ یوما عند حماد بن سلمة
فامتخط حماد یعنے کیا کریں صالح کو ایک روز حماد بن سلمہ کے روبرو
اوس کا ذکر ہوا۔ حماد نے سن کر انکار سے ناک چھنکا۔ میزان الاعتدال میں
محمد بن حمید الرازی کے احوال میں لکھا ہے کہ اون کو کسی نے کذاب
کسی نے سارق الحدیث وغیرہ کہا اور کسی نے کہا کہ اونکے پاس پچاس ہزار
حدیثیں ہیں مگر میں اون سے ایک حرف روایت نہ کرونگا۔ لیکن احمد
بن حنبل و ابن معین نے اون سے روایت لی ہے اور ابو ذرعہ کا قول ہے
کہ جس نے محمد بن حمید کو چھوڑ دیا اوس نے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔
اور سوا اس کے بعض محدثین نے بوجہ رشک اور حسد باہمی کے ایک دوسرے
کی حدیثیں چھوڑ دیں چنانچہ میزان الاعتدال میں حافظ ابی نعیم اصبہانی
کے احوال میں لکھا ہے کہ ابن مندہ نے اون پر سخت تہمت لگائی تھی جس کا
بیان مناسب نہیں۔ اور اکثر اقران میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا

کا کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں لوگ ایسے امورِ سنت پر ہوں سوائے انبیا
و صدیقین کے۔ اگر چاہوں تو اوس کے نظائر سے کئی جز بھر دوں۔ اسی طرح
حدیثیں ہیں مگر میں اون سے ایک حرف روایت نہ کرونگا۔ لیکن احمد
بن حنبل و ابن معین نے اون سے روایت لی ہے اور ابو زرعہ کا قول ہے
کہ جس نے محمد بن حمید کو چھوڑ دیا اوس نے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔
اور سوا اس کے بعض محدثین نے بوجہ رشک اور حسد باہمی کے ایک دوسرے
کے حدیثیں چھوڑ دیں چنانچہ میزان الاعتدال میں حافظ ابی نعیم اصبہانی
کے احوال میں لکھا ہے کہ ابن مندہ نے اون پر سخت تہمت لگائی تھی جس کا
بیان مناسب نہیں۔ امثال اقران میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا

منه وانا اخشی علیه من غالب علماء المسلمین وائمتهم
الذین هم اهل الشریعة النبویة فان غالبهم اشاعرة وهو اذا
وقع باشعري لایبقی ولایذر والذی اعتقده انهم خصماؤه
یوم القیمة فالله المسؤل ان یخفف عنه وان یشفعهم اور
عبد الوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواهر فی ذکر عقائد الاکابر میں لکھتے ہیں
من سئل الحافظ ابا عبد الله الذهبی عن قول الشیخ محی الدین
فی کتابه الفصوص انه ما صنعه الا باذن من الحضرة النبویه
فقال ما اظن ان مثل هذا الشیخ یکذب مع ان الحافظ الذهبی
کان من اشد المنکرین علی الشیخ وعلی طائفة الصوفیة هو وابن تیمیة
اسی طرح امام بخاری رحمة الله علیه کے ذہن میں یہ بات ثابت تھی کہ جو لوگ
قول وعمل کو ایمان میں داخل نہیں کیا اون کی روایت معتبر نہیں جیسا کہ
ابھی معلوم ہوا۔ مولانا محمد عبد الحی رحمة الله علیه نے الرفع والتکمیل میں طبقات
شافعیه سبکی رحمة الله علیه سے نقل کیا ہے ینبغی لک ایها المسترشد
ان تسلک سبیل الادب مع الائمة الماضیین وان لا تنظر الی
کلام بعضهم فی بعض الا اذا اتی ببرهان واضح ثم ان قدرت
علی التاویل وتحسین الظن فدونک والا فاضرب صفحا عما جری بینهم
فانک لم تخلق لهذا فاشتغل بما یعنیک ودع ما لا یعنیک ایاک ثم ایاک

ان تصنفی الیهما انفق بین ابی حنیفة وسفیان ...
وابن ابی ذئب واحمد والحارث المحاسبی وهلم جرا ...
نقر بن عبد السلام ... مولانا ممدوح نے
السعی المشکور کے متن میں امام ... کا قول نقل کیا ہے ذکر
ابو حفص الفلاس فقال ما یسرنی ... هذا من کلام الذی
الذی لا یسمع حمقا یعنے مجمع میں قرآن کا کلام نہیں سنتا جاتا ابن حجر عسقلانی
رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ
سے روایت کے لینے کو ترک کر دیا تھا اسکا سبب یوں لکھا ہے کہ امام
بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ (تلفظ بالقرآن مخلوق ہے) اور محدثین
اس اعتقاد والوں کو (لفظیہ) کہتے تھے جو ایک شاخ فرقہ جہمیہ کی ہے۔
سب سے پہلے حسین بن علی کرابیسی جو امام شافعی کے شاگرد خاص تھے
اس بات میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہوئے۔ جس کی وجہ سے
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اون سے ملاقات کرنا ترک کر دی اور
بعد داؤد بن علی اصبہانی جو سر گروہ فرقہ ظاہریہ کے ہیں وہ بھی اس عقیدہ
میں امام بخاری کے مقلد ہوئے۔ اور جب وہ بغداد آئے تو امام احمد رحمۃ اللہ
نے اس اعتقاد کی وجہ سے اون کو اپنی مجلس میں آنے کی اجازت نہ دی
ابن ابی حاتم نے جہمیہ کے رد میں جو کتاب لکھی ہے اوسمیں کئی ائمہ حدیث

کے قول سے یہ ثابت کردیا ہے کہ لفظیہ فرقہ جہمیہ سے ہیں جس کے ثبوت میں فتح الباری کی یہ عبارت ہے وھذہ المسألۃ ھی المشھورۃ بمسألۃ اللفظ ویقال لاصحابھا اللفظیۃ واشتد انکار الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ ومن تبعہ علی من قال لفظی بالقران مخلوق ویقال ان اول من قالہ الحسین بن علی الکرابیسی احد اصحاب الشافعی الناقلین لکتابہ القدیم فلما بلغ ذلک احمد بدعہ وھجرہ ثم قال بذلک داود بن علی الاصبھانی راس الظاھریۃ وھو یومئذ بنیشاپور فانکر علیہ اسحاق وبلغ ذلک احمد فلما قدم بغداد لم یأذن لہ فی الدخول علیہ وجمع ابن ابی حاتم اسماء من اطلق علی اللفظیۃ انھم جھمیۃ فبلغوا عددا کثیرا من الائمۃ وافرد لذلک بابا فی کتابہ الرد علی الجھمیۃ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلو میں لکھا ہے کہ عبد اللہ نے اپنے والد امام احمدؒ سے پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں اوس شخص کی نسبت جو یہ بات کہے کہ تلاوت اور ہمارا تلفظ قرآن کے ساتھ مخلوق ہے اور قرآن کلام الہی غیر مخلوق ہے تب فرمایا یہ اعتقاد جہمیہ کا ہے قال الذھبی فی کتاب العلو ان الحافظ اللیث عبد اللہ بن الامام احمد رضی اللہ عنہ قال سألت ابی ما یقول فی رجل قال التلاوۃ مخلوقۃ والفاظنا بالقران مخلوقۃ

والقرآن کلام اللہ لیس بمخلوق قال ہذا الکلام الجہمیۃ اکثر اہل
محدثین اس بات کے قائل تھے اور اونکا یہ عقیدہ تھا کہ لفظی بالقرآن بھی
مخلوق نہیں۔ منجملہ اون اکابر کے شیخ الاسلام محمد بن یحییٰ ذہلی کا بھی یہی عقیدہ
تھا۔ محمد بن یحییٰ بہت بڑے محدث تھے اکثر اکابر محدثین اور ابی ذرعہ وغیرہ
کو اون سے تلمذ تھا۔ ابو ذرعہ کی جلالت شان کی نسبت ابن حجر نے مقدمہ
فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ وہ شخص ہیں کہ امام مسلم لکھتے ہیں جب میں نے صحیح
ابو ذرعہ کو بتلایا انہوں نے جن جن حدیثوں میں علت بیان کی اوسکو میں نے
کتاب سے نکالدیا۔ ذہبی نے طبقات میں اور صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے
خلاصۃ التہذیب میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ذہلی کے شاگرد ہیں
ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ میں محمد ابن سہل سے نقل کیا ہے کہ ایک
دن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کو آئے۔ احمد اونکی تعظیم کیلئے
اوٹھ کھڑے ہوئے اس پر اہل مجلس کو تعجب ہوا مگر وہ ایک جلیل القدر شخص تھے
اس لئے سب مؤدب ہوگئے امام نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں سے
مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم سب ان کی شاگردی سے استفادہ حدیث کیا کرو
جو باعث فخر ہے۔ ذہلی کا قول تھا جس نے کہا کہ لفظی بالقرآن مخلوق ہے
وہ بدعتی ہے اوس کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ اوس سے بات کیا کریں ذہلی کو
جب معلوم ہوا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد بھی یہی ہے تو سب اہل مجلس

سے کہدیا کہ جو کوئی بخاری کے پاس جائے وہ اون کے ہم مذہب ہونے پر
ضرور متہم ہوگا اسوجہ سے سوائے مسلم اور احمد بن سلمہ کے کل محدثین نے اون سے
ملاقات اور حدیث لینے کو ترک کردیا تھا۔ ایک روز ذہلی نے فرمایا جو شخص
تلفظ بالقران کو مخلوق کہتا ہو اوس کو حلال نہیں کہ ہماری مجلس میں آوے
اوس مجلس میں مسلم بھی موجود تھے سنتے ہی اپنی چادر لیکر اوٹھ کھڑے ہوگئے
اور گھر جا کر جتنی روایتیں بخاری سے لکھیں تھیں اون سب کا بوجھ حمال پر
رکھ کر ذہلی کے پاس بھیجدیں جو اس عبارت سے ظاہر ہے ذکر فی مقدمۃ
فتح الباری قال ابو حامد ابن الشرقی سمعت محمد بن یحیی الذهلی
یقول القران کلام اللہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقران مخلوق
فهو مبتدع ولا یجالس ولا یکلم ومن ذهب بعد هذا الی محمد
بن اسمعیل فاتهموه فانہ لا یحضر مجلسه الا من کان علی مذهبه
وقال الحاکم ولما وقع بین البخاری رحمۃ اللہ علیه وبین الذهلی
رحمۃ اللہ علیه فی مسئلة اللفظ انقطع الناس عن البخاری رحمۃ اللہ علیه
الا مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیه واحمد بن سلمة قال الذهلی
علی من قال باللفظ فلا یحل له ان یحضر مجلسنا فاخذ مسلم رحمۃ اللہ علیه
رداءه فوق عمامته وقال علی رؤس الناس فبعث الی الذهلی
جمیع ما کان کتبه علی ظهر حمال ابو عمر کہتے ہیں کہ بعد اس واقعہ کے میں نے

امام بخاری کی ملاقات سے مکہ گئے اون سے پوچھا کہ کیا آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ
(تلفظ بالقرآن مخلوق ہے) کہا اے عمر یاد رکھو کہ جو کوئی خواہ اس شہر نیشاپور
کا یا کسی اور شہر کا یہ کہے کہ میں نے تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہا ہے۔ وہ شخص
جھوٹا ہے ہاں میں نے یہ کہا کہ افعال بندوں کے مخلوق ہیں کما فی مقدمہ
فتح الباری قال ابو عمرو فاتیت البخاری رحمۃ اللہ علیہ فذاکرتہ
بشیٔ من الحدیث حتی طابت نفسہ فقلت یا ابا عبد اللہ ھھنا
من یحکی عنک انک تقول لفظی بالقرآن مخلوق فقال یا ابا عمرو
احفظ عنی من زعم من اھل نیشاپور وسمی غیرھا من البلدان
بلاداً کثیرۃ انی قلت لفظی بالقرآن مخلوق فھو کذاب فانی لم
اقلہ الا انی قلت افعال العباد مخلوقۃ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ
محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرقہ جہمیہ میں داخل کیا اور اون سے
روایت لینے کو ترک کر دیا تھا تو کیا واقعی وہ اس بات کے سزاوار ہو سکتے
تھے ہرگز نہیں اب مبنیٰ اس خلاف کا معلوم کرنا چاہئے کہ کیا تھا اور
بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام تہمت کی وجہ سے متروک الروایت ہو گئے تھے
مبنیٰ جرح کا یہ تھا کہ (تلفظ بالقرآن) کو مخلوق کہنے سے قرآن کے مخلوق ہونے کا
ابہام ہوتا ہے جو کفر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا
اور نہ وہ اس کے قائل تھے کہ کلام الٰہی جو ملفوظ ہے مخلوق ہے بلکہ وہ ایک

نہایت اور نازک فرق بیان کرکے فرماتے تھے کہ تلفظ بالقرآن ہمارا فعل ہے اس کو مخلوق کہنے میں کوئی تامل نہیں۔ ورنہ بعض افعال عباد کا غیر مخلوق ہونا لازم آئے گا چنانچہ اونھوں نے کتاب خلق افعال العباد اسی غرض سے لکھی۔ اور ابتدا میں یہ ثابت کیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ پھر بیان کیا کہ بندہ کے طرف قرآن منسوب نہیں بلکہ قرأت منسوب ہے۔ اس لئے کہ قرآن خدا تعالیٰ کا کلام۔ اور قرأت بندہ کا فعل ہے جس نے ان دونوں میں فرق نہ کر سکا اوس کو دل کا اندھا کہنا بیجا نہ ہوگا کما قال فی خلق افعال العباد وقد یقال فلان حسن القراءۃ وردی القراءۃ ولا یقال حسن القران وردی القران وانما نسب الی العباد القراءۃ لا القران لان القران کلام الرب جل ذکرہ والقراءۃ فعل العبد ولا یخفیٰ معرفۃ ھذا القدر الا علی من عمی قلبہ ولم یوفقہ ولم یھد سبیل الرشاد ابن حجر نے فتح الباری کے باب کرالشمر الام میں اس کا فیصلہ عمدہ طور پر کیا ہے کہ جب کسی عالم کو کوئی ایک بدعت کے رد کرنے میں توغل ہوجاتا ہے تو اکثر اوس کے کلام اوس کی تحریر اوس کے خیال کے موافق ہوتی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اون لوگوں کے خلاف میں تھے جن کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور اسی پر اون لوگوں کے رد کرنے میں مبالغتا کوشش کیا کرتے تھے یہاں تک خیال ہوگیا تھا کہ جو شخص اس مسئلہ

میں توقف کرتا یا اون کے خلاف اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا تو اوس سے الجھا
کرنے لگتے اور جس شخص نے لفظ بالقرآن کو مخلوق ہے کہا اوس کا بھی رد کر
اس خیال سے کہ مبادا کوئی اس پیرایہ میں (قرآن ملفوظ کو مخلوق نہ کردے)
اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اون لوگوں کے رد کرنے میں خیال ہو گیا تھا
جنھوں نے آواز اور قرآن کی سیاہی اور ورقوں کو بھی غیر مخلوق ہے
کہنے لگے تھے۔ اوسی وقت ضرورت ہوئی کہ تلاوت اور نفس قرآن میں
فرق بتلائیں۔ حاصل یہ کہ واقعہ میں امام احمد بن حنبل۔ ذہلی وغیرہ محدثین
اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی خلاف نہ تھا صرف قصور فہم یا اختلاف
رائے کی وجہ سے دو جماعتیں قائم ہو گئیں تھیں۔ اور نہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
پر کسی طرح کا جرح ہو سکتا ہے۔ مسئلہ کمی و زیادتی ایمان میں محدثین اور
ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مابین جو کچھ اختلاف تھا ظاہری اور جو نزاع تھی
لفظی ہے درحقیقت دونوں کا مطلب اور منشا ایک ہی تھا۔ جس کے
موافقت اور تطابق کو ہم نے التبیان فی مسئلۃ الایمان میں ثابت کیا ہے۔
اور سنیے کہ کل خوارج اور معتزلہ کے فرقے اور بعض دوسرے فرقوں کے لوگ
اس بات کے معتقد ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کافر ہے اگر بغیر توبہ کے مر جاوے
تو مثل کفار کے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کل اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے
کہ مرتکب کبیرہ قطعی دوزخی نہیں۔ حق تعالیٰ اگر چاہے معاف کر دے اگر دوزخ

میں داخل بھی ہو گیا ہے تو بعد شفاعت دوزخ سے نکلے گا۔ اگر ایمان مجموعہ
تصدیق۔ قول۔ و عمل کا قرار دیا جائے تو ایک جز کے فوت ہو جانے سے
مجموعہ کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔ جیسا کہ منافق میں قول۔ اور عمل پائے جاتے
ہیں مگر صرف ایک جزو تصدیق کے نہ پائے جانے سے ایمان صادق نہیں آتا
جس کی وجہ سے وہ بے ایمان دوزخ میں ابد الآباد رہے گا۔ اسی طرح اگر
تصدیق و اقرار موجود ہوں اور عمل نہ ہو تو بھی ایمان نہ پائے جانے سے
خلود لازم آئیگا حالانکہ اس اعتقاد والوں کا فرقہ اور مذہب باطل ہے
اس مسئلہ میں جناب امام اعظم علیہ الرحمۃ نے غور کیا کہ محدثین اور اکابر سلف
کا یہ مذہب بھی نہیں اور عمل کو ایمان میں داخل کرنے سے یہ غرض تھی کہ
لوگ کہیں عمل کو ترک نہ کردیں اور اگر عمل جز بھی ہے تو کمال ایمان کا جز ہے
اصل ایمان کا جز نہیں۔ اس لئے امام صاحب نے تصریح کردی کہ نفس ایمان
تصدیق کا نام اور عمل اس کے جز نہیں۔ قرآن و حدیث سے بھی یہی ثابت
ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا
تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ
وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْلَامُ عَلَانِیَةٌ وَالْاِیْمَانُ فِی الْقَلْبِ

یعنے اسلام ظاہر ہوتا ہے اور ایمان دل میں رہتا ہے۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے یخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان یعنے
دوزخ سے نکلے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔
اس کے بہت سے آیات اور احادیث سے ظاہر ہے کہ ایمان صرف تصدیق
قلبی کو کہتے ہیں نہ مجموعہ تصدیق و اعمال کو جس کے نہ پائے جانے سے
خلود نار لازم آئے کہ جو اعتقاد یہ مذہب فرق باطلہ کا ہے اس لئے جناب
امام صاحب نے اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کیا۔ بعض محدثین نے
اس امر کو نہ سمجھ کر ان پر مرجیہ ہونے کا الزام لگایا حالانکہ وہ اس الزام سے
بالکل پاک اور بری ہیں کیونکہ مرجیہ کے نزدیک عمل ضرور نہیں۔ اور جناب امام
نے تصریح کر دی کہ عمل ضرور ہے یہاں تک کہ ایمان و اسلام کو بمنزل ظاہر
و باطن قرار دیا کہ کوئی ایک بغیر دوسرے کے متحقق نہیں ہو سکتا کما قال
فی الفقہ الاکبر الاسلام ہو الانقیاد والتسلیم لاوامر اللہ تعالیٰ
فمن طریق اللغۃ فرق بین الایمان والاسلام ولکن لا یکون
ایمان بلا اسلام والاسلام بلا ایمان وہما کالظہر مع البطن
ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے تمہید میں لکھا ہے روی عن عثمان بن ابی لیلی
انہ کتب الی ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وقال انتم مرجیۃ فاجابہ
وقال المرجیۃ علی ضربین مرجیۃ ملعونۃ وانا بری منہم ومرجیۃ

غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اویس کو ضعفا میں شریک کیا اور مروان
بن حکم کی روایتیں لینے میں تامل نہیں کیا چنانچہ صحیح میں کئی روایتیں موجود
ہیں حالانکہ اوس نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور جو جو خرابیاں کیں ظاہر ہے
ذہبی نے میزان میں لکھا ہے وله اعمال موبقة نسئل الله السلامة رمی
طلحة بسهم وفعل ما فعل ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اسد الغابہ میں
لکھا ہے عن نافع ابن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال کنا مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فمر الحکم ابن ابی العاص فقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ویل لامتی مما فی صلب هذا یعنی جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ
ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حکم ابن عاص مروان
کا باپ وہاں گذرا حضرت نے اوسکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ جو
اس کی پیٹھ میں ہے اوس سے میری امت کی خرابی ہوگی چنانچہ ویسا ہی ہوا
اور مروانی حکومت سے اکابر دین وغیرہ مسلمین پر نہایت ظلم ہوا۔ قسطلانی
رحمۃ اللہ علیہ اوس حدیث کی شرح میں جس میں مروان نے یزید علیہ ما علیہ پر
بیعت کرنے کے لئے خطبہ پڑھا تھا یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل
کی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومروان فی صلبه
الحاصل مروان کی روایات کو قبول کرنے سے اوسکی اتقی فضیلت لازم آتی ہے
اور نہ اویس قرنی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی روایت نہ لینے سے

اون کی منقصت شان ہو سکتی ہے نہ ایسے امور جزئیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ
علیہ کی جلالت شان میں فرق آسکتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسے جلیل القدر
مسلم بزرگ کی جناب میں تعصب سے بے ادبی گستاخی کرے تو وہ عذاب
کا مستحق ہے چنانچہ میزان میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب یحییٰ بن معین نے سنا
کہ حسین کرابیسی نے امام احمد بن حنبل کی شان میں کلمات بے ادبی
کہے تو کہا کہ یہ شخص کس قدر ضرب و تادیب کا محتاج ہے۔ پس نہایت افسوس کی
سمجھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بعض مقلدین ائمہ حدیث کی شان میں
اور غیر مقلدین فقہائے سلف کی نسبت جو بیباکانہ بے ادبانہ گستاخیاں کرتے
ہیں مسلمانوں کی منصفانہ شان سے بعید ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کا حال
اس طرح بیان فرماتا ہے کہ والذین جاؤ من بعدھم یقولون ربنا
اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا
غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ اور جب کہ جمہور علمائے
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھ کر مان لیا
تو بعض امور جزئیہ کی وجہ سے اب نہ کسی کو کلام اور نہ موقع اعتراض کا باقی
دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ
ماتولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا الحاصل اقسام کے ایسے اسباب
ہوئے جن کی وجہ سے تمام احادیث مصنفین تک نہ پہنچ سکیں مگر ہوکر یقینی جو

الہام ترجمان سے کہی جاتی تو وہ غالباً کافر و مشرک بنایا جاتا۔ فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث نہایت غریب ہے اگر جامع صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو محدثین اوس کو خالد بن مخلد کے منکرات سے ضرور شمار کرتے۔ امور مذکورہ کو قطعیت وضع کے مفید نہیں مگر فی الجملہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ قرائن وضع ہو سکیں برخلاف اوس کے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے نام میں دھوکا ہو جانے سے حدیث موضوع سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو موضوعات میں داخل کردیا اور علت یہ قائم کی کہ اوس کی اسناد میں سدی ہے جو ایک شخص کذاب تھا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ شاید ابن جوزی نے سدی کو محمد بن مروان صغیر سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ وہ نہیں وہ سدی اسمٰعیل بن عبد الرحمن کبیر ہیں جن کے روایتیں مسلم میں موجود ہیں۔ کما قال قلت ظن ابن الجوزی ان السدی الذی فی اسنادہ محمد بن مروان الصغیر ولیس کذلک وانما ھو اسمعیل بن عبد الرحمن الکبیر احد رجال مسلم اور کبھی کسی حدیث کا مطلب برابر سمجھ میں نہ آنے سے اوس پر موضوعیت کا حکم لگایا جاتا ہے چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کردیا۔ حدیث بریدۃ رضی اللہ عنہ عند راس المائۃ یبعث اللہ ریحا باردۃ طیبۃ

یقبض فیہا روح کل مؤمن باطل یکذبہ الوجود وفیہ بشر بن حرب
لا یحتج بہ یعنے ہر صدی پر حق تعالیٰ ایک سرد ہوا ایسی بھیجے گا
جس سے مسلمانوں کے ارواح قبض ہو جائیں گے۔ ابن جوزی نے معلول
کیا کہ پہلی صدی کے آخر میں یہ ہوا نہیں چلی اس نے اس حدیث کو باطل
ٹھہرا دیا اور علت یہ قائم کی کہ اس کے اسناد میں بشر بن حرب ہے
جن پر احتجاج و اعتماد نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ وہ نہیں بشر کی توثیق ابن معین
ونسائی وغیرہما نے کی ہے۔ اور مسلم۔ ابوداؤد وغیرہ میں ان سے روایت
موجود ہیں۔ اور اسی روایت کو حاکم نے مستدرک میں ذکر کر کے صحیح بتایا ہے
اب رہی یہ بات کہ وہ ہوا نہیں چلی اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حدیث
(ہو راس مائة) بصیغہ نکرہ ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ کسی صدی میں یہ ہوا
ہوگی۔ اگر معرف باللام بھی ہو تو لام عہد ذہنی بن سکتا ہے۔ قال سیوطی
فی التعلیقات ظن ابن الجوزی ان المراد راس المائة الاولی
وانما لفظ الحدیث راس مائة بالتنکیر و بشر وثقه ابن معین
والنسائی وغیرهما واخرج له مسلم والاربعة وقال ابن عدی
فیه بعض الضعف والحدیث اخرجه الحاکم وصححه واقره
الذهبی وله شواهد اخرجه الحاکم وصححه۔ اور حدیث
انا مدینة العلم وعلی بابها کو بھی شاید اسی وجہ سے ابن جوزی نے

موضوعات میں شریک کرکے کہا کہ (جھوٹ ہے) حالانکہ ترمذی و حاکم و طبرانی
نے کئی طریقوں سے اوس کو روایت کی ہیں اور ابن حجر نے اوسکو حسن کہا ہے
کما قال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی التعقبات حدیث انا مدینۃ العلم
وعلی بابہا ورد من حدیث علی وابن عباس وجابر قلت
حدیث علی اخرجہ الترمذی والحاکم وحدیث ابن عباس
اخرجہ الحاکم والطبرانی وحدیث جابر اخرجہ الحاکم
وتعقب الحافظ ابو سعید العلائی علی ابن الجوزی فی ھذا الحدیث
بفصل طویل ملخصہ ان قال ھذا الحدیث حکم ابن الجوزی وغیرہ
بوضعہ وعندی فی ذلک نظر الی ان قال والحاصل انہ ینتھی
الی درجۃ الحسن المحتج بہ فلا یکون ضعیفا فضلا ان یکون
موضوعا ورایت فیہ فتوی قدمت للحافظ ابن حجر فکتب الیہا
ھذا الحدیث اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال انہ صحیح
وخالفہ ابن الجوزی فذکرہ فی الموضوعات وقال انہ کذب
والصواب خلاف قولہما معا وان الحدیث من قسم الحسن
لا یرتقی الی الصحۃ ولا ینحط الی الکذب وبیان ذلک یستدعی
طولا ولکن ھذا المعتمد اب یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ باوجود قرائن معلوم
ہو سکنے جب محدثین کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اوس سے مطلب یہ ہے

کہ اسناد اوس کے موضوع ہیں۔ متن حدیث میں کلام نہیں اسی وجہ سے اگر کوئی قرینہ وضع الفاظ یا معانی حدیث سے متعلق پایا جاتا ہے تو بھی بیان علت کے وقت کسی راوی کی طرف اوس کی خرابی منسوب کر دیتے ہیں غرض باوجود حکم موضوعیت کے نفس حدیث اوس حکم سے خارج رہتی ہے چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ قول بدیع میں لکھتے ہیں قد یعلم ان حکم النقاد بالصحۃ وغیرھا انما ھو بحسب الظاھر فقد قال ابن الصلاح مالفظہ بعد تعریف الصحیح من علومہ ومتی قالوا ھذا حدیث صحیح فمعناہ اتصل سندہ مع سائر الاوصاف المذکورۃ ولیس شرطہ ان یکون مقطوعا فی نفس الامر الی ان قال وکذلک لو قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد انہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور یعنے ائمہ نقاد حدیث جب کبھی حدیث پر کوئی حکم لگاتے ہیں خواہ وہ حکم صحت کا ہو یا اور کسی قسم کا ہو بحسب ظاہر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ (ہذا حدیث صحیح) کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سند اوس کی متصل ہے اور تمامی صفات مذکورہ بھی اوسمیں موجود ہیں۔ نہ یہ کہ نفس الامر میں وہ قطعی ہے۔ اسی طرح جب غیر صحیح کہتے ہیں تو اوس سے یہ مراد نہیں کہ نفس الامر میں وہ حدیث

[illegible]

وإذا سمعتم الحديث عني تنكره قلوبكم وتنفر أشعاركم
وأبشاركم وترون أنه منكم بعيد فأنا أبعدكم منه
وأخرجه البخاري في تاريخه بلفظ إذا جاءكم الحديث عني

للين به قلوبكم فانا امرتكم به - ثم اخرج من طريق عباس بن سهل
عن ابيه قال اذا بلغكم عن النبي صلى الله عليه وسلم الذي
يلين الجلد فقد يقول النبي صلى الله عليه وسلم الخير ولا
يقول الا الخير وقال هذا اصح واشبه جب اتنی احادیث
سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ محققین اہل سنت نے جتنی حدیثیں فضائل
اعمال کی بلا تصریح کرنے موضوعیت کے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں اور
اون احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانب منسوب کرکے
اون کو قبول کرنے کے لئے ارشاد فرمایا جس پر عمل کرنے سے ضرور توقع ثواب
ہو اوس میں مذکور ہے - اگرچہ وہ حدیثیں موضوع بھی ہوں لیکن بصدق دلی
اور پاک اعتقادی سے عمل کرکے ثواب حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں
کیا ضرور ہے کہ خواہ مخواہ وہمی احتمالات پیدا کریں جس سے ظن ثواب جاتا رہے
اور ایسا شک پڑ جائے تو جس کے ثواب سے محرومی نصیب ہو اگر
محدثین نے بحث کرکے اسناد کو موضوع ٹھیرایا اور اوس کو اپنا فرض منصبی
[illegible]
کرکے (متن حدیث) کو موضوع سمجھنے لگیں جس سے اوسے حرمان ثواب کے اور کیا
حاصل ہوگا - برخلاف اس کے اگر اعتقاد اوس حدیث کے روایت کرنے
والوں کی تقلید کرکے اوس کو موضوع نہ سمجھیں اور اوس پر عمل کریں تو ان شاء اللہ

ضرور اوس ثواب کے مستحق ہوجائیں گے جس کا اوس میں وعدہ ہے اب ہر ایک
شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب دونو صورتوں میں تقلید ہی ہے تو وہ تقلید کیوں
نہ اختیار کریں جس سے کچھ فائدہ ہو مگر دولت حسن ظن ایسی نہیں ہے جو
ہر کس و ناکس کے ہاتھ آئے اور بدظنی سے ہر کسی کو مدارج و مراتب علیا
حاصل ہوں غرض فضائل اعمال میں جو احادیث وارد ہیں اون کی عمل کی توسیع
کھلے ہے [illegible] اور دائرہ حسن ظن کو وسیع کرتا ہے چنانچہ امام سخاوی
رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں لکھا ہے حکی النووی فی عدۃ من
تصانیفه اجماع المحدثین وغیرهم علی العمل به ای بالحدیث
الضعیف فی الفضائل ونحوها۔

یہ بات محقق ہے کہ (احادیث احکام و عقائد) میں کمال احتیاط ہونا چاہیے
اس لئے کہ فضائل میں نسخ اور تعارض نہیں۔ اسمیں تو امید ہی ہے کہ کسی اچھے
عمل کا کرنا خواہ قسم عبادت یا حسن اخلاق وغیرہ سے ہو عامل کو مقصود اور مطلوب
ہوتا ہے۔ اگر اوس عبادت میں ثواب کا وعدہ ہے تو اللہ تعالی کا فضل
و کرم و رحمت ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ [illegible] کوئی دلیل
یا بات [illegible] کی امید وار فضل کا ہونا چاہیے تو حق تعالی سے لطف
ذکر [illegible] ہزار ہا عالم بن گئے اوس کے وسیع رحمت سے اس بیچارے کی
نیت صدق پر ثواب ملنا کچھ دور [illegible] نہیں۔ الحاصل [illegible] میں

اور تحقیق کریں کہ وہ وعدہ کس کے ذریعہ سے پہنچا تھا۔ اور پہنچانے والا معتبر تھا یا نہیں۔ سوا حرماں کے اور کیا ہو سکتا ہے بخلاف احکام کے کہ اوس میں بسبب مصلحت شرع نسخ اور تغیر و تبدل ہوتے رہے۔ مثلاً شراب کسی امت میں حلال رہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ابتدا میں حکم تھا کہ بحالت سکر نماز نہ پڑھیں پھر اوسی شراب کو ممانعت اور حرمت ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے یہی آخری حرمتی حکم جاری رہا علی ہذا القیاس اور احکام میں بھی آخری حکم کا اعتبار ہوتا ہے کما ھو مسلم عند الفقہاء والمحدثین ھو الموفق المعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاتمۃ الطبع

یہ نسخہ متبرکہ عالیجناب فضیلت مآب حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ حاوی فروع و اصول جامع منقول و معقول حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب خطاب نواب فضیلت جنگ مرحوم و مغفور [illegible] نے بزمانہ قیام مدینہ طیبہ تالیف فرمایا اور یہ بلاحظہ ہادی مراحل تحقیق و کاشف رموز و دقیق جامع شریعت و طریقت منبع حقیقت و معرفت مہبط انوار معارف لدنیہ کاشف اسرار علوم خفیہ رہنمائے سالکین سبیل الحق یادگار سلف حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ گذرا۔ حضرت ممدوح کا بعد ملاحظہ ارشاد ہوا کہ یہ نسخہ طبع کیا جائے جس سے عام فائدہ حاصل ہو۔ امتثالاً للامر الشریف

اور اسی زمانہ میں بہ مطبع ہاشمی واقع میرٹھ جناب ڈپٹی حاجی محمد عبد الرحیم صاحب
نے بہ تعداد کثیر طبع فرمایا تھا جو سابق ہی میں صرف ہو گئے۔ اور حضرت مولانا
ممدوح کی خدمت میں طبع ثانی کی غرض سے دست رغبت طالبین دراز ہوتا رہا
لہذا مولانا صاحب جعل اللہ الجنۃ مثواہ نے بصرف نظر ثانی اس کی تصحیح
اور مطالب ضروریہ کی توفیر بہ رفع اغلاط نسخہ مطبوعہ سابقہ فرمائی۔ اور بعدہٗ
یہ نسخہ طبع کرر سے مزین ہونے کو ہی تھا کہ حضرت ممدوح بہ جوار رحمت حق
واصل ہوئے۔ ناگزیر چندے طبع ثانی سے ملتوی رہا در ینولا عالیجناب فضیلت مآب
عالم ربانی عارف حقانی مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی صدر نشین
انجمن اشاعۃ العلوم نے اس کے طبع کی منظوری فرمائی جو بلحاظ افادہ عام بار ثانی

(قالب طبع سے مزین ہوا)